Research Journal MA'ARIF-E AULIYA

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-1 (January-March 2025)

ISSN: (2311-6552)

Published:
March 19, 2025

A Critical Analysis of the Divine Commands and the Points of Disagreement among Scholars in Sheikh Gauhar Rehman's Audio Tafsir (RA), with Reference to Surah Aal-e-Imran (Verses 31–70)

شیخ گوہر الرحمنؒ کی صوتی تفسیر میں احکاماتِ الٰہی اور اہلِ علم کے اختلافی نکات کا تحقیقی جائزہ

(سورۃ آل عمران(آیات 31تا70)کے تناظر میں)

Dr. Hidait Ullah
Assistant Prof, Department of Islamic studies Qurtaba University of Science & IT
Email: hidaitallah@gmail.com

Dr. Asghar Ali Khan
Assistant Prof, Institute of Islamic Studies, Mirpur University of Science and Technology (MUST) Mirpur AJK -10250
Email: asghar.iis@must.edu.pk

Dr. Gulam Mustafa
Lecturer, Institute of Islamic Studies, Mirpur University of Science and Technology (MUST) AJK
Email: mustafa.iis@must.edu.pk

Abstract

This research analyzes Surah Aal-e-Imran's verses 31 to 91 in light of Sheikh Gauhar Rehman's Tafsir. These verses detail divine commands, the concept of God's love, the following of the Prophetﷺ, and the principles of Islamic law. The research clarifies that the true measure of love for God is in following the Prophetﷺ, and that the principles of the Islamic state, economic system, and even jihad should align with the Prophet's ﷺ teachings.

Moreover, three key points of disagreement among scholars are highlighted: First, love for the Prophet ﷺ is not proven by mere external celebrations but through practical adherence to his ways. Second, the elevated status of women in worship and service to the religion. Third, the manifestation of miracles by non-prophets, with an example being the heavenly provision of food to Maryam (AS)

This study also sheds light on moral and spiritual training, emphasizing purity, the importance of prayers, and the miracles of Allah's saints. In the light of Islamic teachings, the research addresses social life, spirituality, and contemporary societal issues.

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-1 (January-March 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
March 19, 2025

Keywords: Divine Love, Following the Prophetﷺ ,Sheikh Gauhar Rehman, Spiritual Training, Surah Aal-e-Imran

اس تحقیق میں سورۃ آل عمران کی آیات 31 تا 91 کا تجزیہ شیخ گوہر الرحمنؒ کی تفسیر کے تناظر میں کیا گیا ہے[1]۔ ان آیات میں محبتِ الٰہی، اتباعِ رسول ﷺ، اور اسلامی شریعت کے اصولوں کی تفصیل پیش کی گئی ہے۔ تحقیق میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ محبتِ الٰہی کا حقیقی معیار نبی ﷺ کی پیروی میں ہے، اور یہ کہ اسلامی ریاست، معاشی نظام، اور جہاد کے اصول نبی ﷺ کے منہج کے مطابق ہونے چاہئیں۔

ان اہم نکات کے علاوہ دیگر موضوعات پر اہلِ قلم کے تین اہم اختلافات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ پہلے نمبر پر محبتِ رسول ﷺ کا صرف ظاہری جشنوں سے تعلق نہیں بلکہ عملی اتباع سے ہے۔ دوسرے نمبر پر عورت کی عبادت و خدمتِ دین میں بلند مقام کی حیثیت، اور تیسرے نمبر پر غیر نبی کے ہاتھ پر کرامت کا ظہور، جس میں مریم علیہا السلام کا رزقِ غیبی ایک مثال ہے۔ جبکہ مستشرقین اور غلام احمد قادیانی کے شبہات کو بھی ذکر کیا ہے۔ اور اس کے عالوہ مفسرین کے اہم تفسیر نکات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

یہ تحقیق اخلاقی و روحانی تربیت پر بھی روشنی ڈالتی ہے، جہاں پاکیزگی، دعاؤں کی اہمیت، اور اولیاء اللہ کی کرامت کو اہمیت دی گئی ہے۔ اس تحقیق میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اجتماعی زندگی، روحانیت اور معاصر معاشرتی مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔

سورۃ آل عمران آیات 31

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَ يَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ‌ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۳۱﴾

"تو کہہ دیجئے کہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری تابعداری کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔ اور تمہارے گناہوں کو بخشے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ۔۔۔

یہاں اللہ تعالٰی کے محبوب بننے کے لئے معیار بیان کیا گیا ہے۔ کہ اگر اللہ تعالٰی کا محبوب بننا چاہتے ہو تو نماز بھی اس کے رسول ﷺ کے طریقہ پر ادا کرو، حکومت اور سیاست بھی ان کے منہج اور طریقہ کے مطابق کرو۔ کاروبار بھی ان کے طریقہ کے مطابق کرو تو آپ اللہ تعالٰی کے محبوب بن جاؤں گے۔ جو لوگ اقتدار کے کرسی پہ بیٹھے ہیں۔ اگرچہ حکومت ان کو دے دی گئی ہے۔ اب اگر وہ اسلامی نظام کو قائم نہیں کرتے تو وہ محبوب خدا نہیں ہیں۔ جب تک

[1]۔ شیخ القرآن مولانا گوہر رحمان رحمہ اللہ کی پشتو صوتی تفسیر کا اردو ترجمہ ,وارد احادیث، تفسیری اقوال اور فقہی مسائل کی تخریج وتدوین کے بعد یہ مضمون لکھا گیا ہے۔ یاد رہے کہ شیخ گوہر رحمنؒ کی کوئی تفسیری تصنیف نہیں ہے۔ البتہ علوم القرآن پر دو جلدیں اور مختلف تصنیفات موجود ہیں جو ان کی تفسیری خدمات کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح انہوں نے زندگی بھر دورہائے تفسیر پڑھائیں جس کے نتیجے میں لاکھوں ان کے شاگرد و شاگردات موجود ہیں اور ان کے تفسیر نکات کو آگے پھیلار ہے ہیں۔

پوری زندگی اللہ کے پیغمبر ﷺ کے مطابق نہ گزارتا ہوں۔ حتیٰ کہ اگر جہاد بھی کرنا ہو تو اس کے لئے بھی محمد ﷺ کا طریقہ شرط ہے۔ پوری زندگی محمد ﷺ کے سُپرد کرو۔

"بمصطفیٰ برساں خیش را کہ دیں ہمہ اوست   اگر باؤنہ رسیدی تمام بولہبی است "[2]

موجودہ پارلیمانی نظام ہو یا کوئی بھی نظام ہوں، جمہوری نظام ہو یا مارشلاء ہو، سیکولرزم ہو یا کمیونزم یہ سب شیطان کے نظام ہیں۔ صحیح نظام صرف وہ ہے جس کو محمد رسول اللہ لایا ہے۔ اس کے علاوہ سب باطل ہیں۔ اور سب ابو جہل اور فرعون کے طریقے ہیں۔

سہل ابن عبداللہ[3] فرماتے ہیں کہ **" علامة حب الله حب القرآن وعلامة حب القرآن حب النبی ﷺ وعلامة حب النبی حب السنة "**[4] اللہ تعالیٰ سے محبت کی نشانی یہ ہے کہ آپ قرآن سے محبت کریں اور قرآن کے ساتھ محبت کی نشانی نبی کریم ﷺ سے محبت ہے اور نبی ﷺ سے محبت کی علامت سنت نبوی سے محبت ہے۔ اور یہی قرآن کا خلاصہ ہے۔ جو ایک صوفی عالم نے اپنے الفاظ میں پیش کیا ہے۔ سہل ابن عبداللہ صوفیا کرام میں بہت بڑا مقام رکھتے ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کرتا ہوں تو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن و سنت کی تابعداری کریں۔ صرف بارہ ربیع الاول کو جلوس نکالنا، چراغاں کرنا اور صرف ریڈیو پر نعت پڑھنا محبت رسول ﷺ نہیں ہے، بلکہ یہ منافقت ہے۔ جب اتباع قرآن و سنت نہ ہو۔

سورۃ آل عمران آیات 32تا38

قُلۡ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ الرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ اٰلَ

---

[2]۔ کلیات اقبال میں یہ قطعہ مکمل یوں نقل کیا گیا ہے۔

"عجم ہنوز نہ داند رموز دین ورنہ   ز دیوبند حسین احمد این چہ بوالعجبی است

سرود بر سر ممبر کہ ملت از وطن است   چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

بمصطفیٰ برساں خیش را کہ دیں ہمہ اوست   اگر باؤنہ رسیدی تمام بولہبی است "

(علامہ محمد آقبال(1938ء)، کلیات اقبال، ارمغان حجاز، لاہور، مکتبہ دانیال، ص 901)

[3]۔ سہل ابن عبداللہ تستری یہ ایک صوفی عالم تھے۔ ابو محمد ان کی کنیت تھی۔ شوشتر ایران میں پیدا ہوئے تھے 283 ھ کو بصرہ، عراق میں انتقال کر گئے تھے (صوفی نامہ ویکیپیڈیا جون 2023ء)

[4]۔ علامة حب الله حب القرآن وعلامة حب القرآن حب النبی ﷺ وعلامة حب النبی حب السنة"(قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، بذیل سورۃ آل عمران 3آیت 31)"اللہ تعالیٰ سے محبت کی نشانی یہ ہے کہ آپ قرآن سے محبت کریں اور قرآن کے ساتھ محبت کی نشانی نبی کریم ﷺ سے محبت ہے اور نبی ﷺ سے محبت کی علامت سنت نبوی سے محبت ہے"۔

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-1 (January-March 2025)

ISSN: (2311-6552)

Published:
March 19, 2025

اِبْرٰہِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۳۴﴾ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ اُنْثٰىؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْؕ وَ لَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰىۚ وَ اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَ اِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۳۶﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّ اَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًاۙ وَّ كَفَّلَهَا زَكَرِیَّاۚ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًاۚ قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَاؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾"تو کہہ دیجئے کہ اللہ کی اور رسول کی اطاعت کرو ، اگر وہ لوگ اعراض کریں تو اللہ تعالیٰ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔بے شک اللہ تعالیٰ نے آدم کو، نوح کو اور ابراہیم کی اولاد کو اور عمران کی اولاد کو تمام جہاں پر منتخب فرمایا۔ان میں بعض کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اورجب عمران کی بیوی نے کہا کہ اے رب ،میرے پیٹ میں جو کچھ ہے میں نے تیرے لئے وقف کر کے نذر کیا، سو تو مجھ سے قبول فرما۔ بے شک تو ہی اصل سننے والا اور جاننے والا ہے۔پھر جب اس نے (بچہ) جنا تو کہنے لگی میں نے تو اس کو لڑکی جنی ،اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ اس نے جنا، اور کسی طرح وہ لڑکا اس لڑکی کی طرح نہیں ہوسکتا۔ اور(کہنے لگی) میں نے اس کا نام مریم رکھا ، میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے تیری پناہ میں دیتی ہو، ۔پھر اس کو اس کے رب نے اچھی طرح قبول کیا اور عمدہ طور پر ان کو نشونما دیا۔ اور ذکریا کو اس کا سرپرست بنایا۔ جس وقت ذکریا ان کے پاس حجرے میں آتے تو اس کے پاس کچھ کھانا پاتے۔ کہا اے مریم یہ کھانا تمہارے پاس کہا سے آیا۔ کہنے لگی یہ اللہ کے پاس سےآتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بے حساب رزق عطاء کرتا ہے"۔

ماقبل کے ساتھ ربط

پچھلی آیت میں بیان ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع کریں اور اگر رسول ﷺ کی اطاعت سے انکار کرتے ہیں تو وہ کافر ہیں۔اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بن سکتے ہیں،اگرچہ دنیا میں بڑی حیثیت حاصل کریں۔اور ترقی کے منازل طے کریں۔پھر بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب نہیں ہو سکتے۔اس کے بعد بنی اسرائیل کے انبیاء کے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرتا ہے۔ کہ یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کی تابعداری اور نبوت سے انکار کیا تو وہ ذلیل ہو گئے۔

یہاں اصل ذکر تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہاالسلام جو کہ حضرت عمران کی بیٹی تھی،کا ہو رہا ہے ۔لیکن ضمناً آل عمران کا ذکر بھی آیا ہے۔ حضرت عمران، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نانا تھے۔چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ نہیں تھا۔اس لئے ان کو والدہ کی طرف سے حضرت عمران کے نسب میں شمار کیا گیا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا

اِصطفیٰ کا معنی ہے انتخاب کرنا، کسی کو کسی پر فوقیت دینا۔اس معنی پر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنے دور میں نبوت کے لئے منتخب کیا تھا۔نوح علیہ السلام کے دور میں لوگ تو اور بھی تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو منتخب کیا۔اور حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ تمام انبیاء بنی اسرائیل کے دادا تھے اور محمد رسول اللہ ﷺ بھی ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو نبوت کے لیے منتخب کیا تھا۔اس طرح عمران مریم علیہا السلام اور عیسیٰ علیہ السلام بھی ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ لیکن عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر الگ کر دیا۔اور اس کے ضمن میں عمران کے خاندان کا ذکر آیا۔البتہ عمران کی نبوت کے حوالے سے کوئی ثبوت نہیں ہے کہ وہ پیغمبر تھے۔البتہ عمران حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد کا بھی نام تھا۔ لیکن یہ وہ عمران جو موسیٰ علیہ السلام کے والد تھے نہیں ہے، بلکہ یہ عمران بن ماتان ہیں جو مریم علیہا السلام کے والد ہیں۔ ظاہر ہے عمران کے نام سے بہت سارے اور لوگ بھی موجود تھے اور اب بھی ہیں۔

یہاں پر مستشرقین ایک اعتراض کرتے ہیں۔اگرچہ وہ خود مسلمان نہیں ہیں لیکن اعتراضات اور تردید کے لئے دین اور قرآن کو پڑھتے ہیں اور سیکھتے ہیں۔ یہ اصل میں قرآن کے دشمن ہیں۔ان کا اصل دعویٰ تو یہ ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ نہیں ہے۔بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تصنیف ہے اور پھر اس دعویٰ کے اثبات کے لئے مختلف اعتراضات کرتے ہیں۔اور سادہ لوح مسلمانوں کو شکوک وشبہات میں مبتلا کرتے ہیں۔یہاں وہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ عمران تو موسیٰ علیہ السلام کے والد کا نام تھا۔اور عیسیٰ علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تو سینکڑوں سال کا زمانہ ہے۔وہ کہتے ہیں کہ قرآن کا مصنف (جو کہ ان کے نزدیک محمد ﷺ ہیں) تاریخ سے اتنا لاعلم تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اور مریم علیہا السلام کے والد کو ایک گردانا ہے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر مستشرقین اس بات کی ثبوت پیش کریں کہ موسیٰ علیہ السلام کے والد کے بعد کسی شخص کا نام عمران نہیں رہا۔ تو ہم اس اعتراض کا جواب دے دیں گے۔ لیکن ظاہر ہے ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ صرف ضد اور عناد کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں۔لہٰذا جواب ظاہر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے والد عمران ایک شخص تھا اور مریم علیہا السلام کے والد عمران ابن ماتان دوسرا شخص تھا۔یہ دونوں ایک شخص نہیں ہیں۔

اِذۡ قَالَتِ امۡرَاَتُ عِمۡرٰنَ۔۔۔

عمران کے بیوی کا نام حَنّہ [5]" ذکر ہوا ہے۔یہ بھی بنی اسرائیل میں سے تھی۔یہاں امراۃ سے مراد منکوحہ بیوی ہے۔

مُحَرَّرًا۔۔۔

[5] ۔ تفسیر ابن کثیر نے اس کا نام یوں نقل کیا ہے "وهی حنه بنت فاقوذ" (حافظ عمادالدین ابن کثیر، تفسیر قرآن العظیم ،، بذیل سورۃ آل عمران 3 آیت 36) "عمران کے بیوی کا نام حنہ بنت فاقوذ تھا"۔

محرراًسے مراد یہ ہے کہ اس بچے پر جو ہمارا حق ہے، میں اس حق سے ان کوبیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کرتی ہوں،تاکہ تو راضی ہو جائے۔امام قرطبیؒ رحمہ اللہ نے محرراًکا معنی **"لعبادتک محرراً خادماً لِكنيسة حبيساً عليها"**[6] کیا ہے۔یعنی اپ کی عبادت اور کنیسہ کی خدمت کے لئے وقف ہوگا۔

فَلَمَّا وَضَعَتۡهَا---

یہاں ایک اشکال ہے کہ "وضعتھا" میں "ھا" ضمیر تو مونث کا ہے۔اور اس سے پہلے تو مریم علیہا السلام کا ذکر نہیں ہے۔تو پھر یہ ضمیر کس کی طرف راجع ہے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس "ما" کی طرف راجع ہے۔جو "مافی بطنی" میں ہے۔کیونکہ "ما" کا مصداق اگر مذکر ہو تو یہ مذکر ہوتا ہے۔اور اگر مصداق مونث ہو تو یہ "ما" مونث ہوتا ہے۔تو اس "ما" کا مصداق یہ مریم علیہا السلام تھا۔جو کہ پیدائش کے بعد پتہ چلا کہ وہ مونث ہے۔ابن الانباری اعراب القرآن میں فرماتے ہیں کہ **" الهاء والالف فی وضعتها عائدة على(ما)حملا على المعنیٰ(ما)۔**[7]

قَالَتۡ رَبِّ اِنِّىۡ وَضَعۡتُهَاۤ اُنۡثٰى---

یہاں ان کی پریشانی اس پر نہیں تھی کہ لڑکی ان کو پسند نہیں تھی۔بلکہ اس پر ان کو افسوس ہوا کہ میری منت پوری نہیں ہوئی۔کیونکہ لڑکی تو اس انداز سے مسجد کی خدمت نہیں کرسکتی جس طرح لڑکا کرسکتا ہے۔اس لئے انہوں نے افسوس کا اظہار کیا ورنہ لڑکا اور لڑکی دونوں ایک جیسے اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور دونوں پر خوشی کا اظہار بھی کرنا چاہئے اور دونوں پر مبارک باد بھی دینا چاہیئے۔کیونکہ دونوں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔اور دونوں عزت کے قابل ہیں۔یہ تو ہمارے معاشرے کے غلط روایات میں سے ہے کہ جس کی بچی پیدا ہوتی ہے تو وہ افسوس کرتے ہیں۔مریم علیہا السلام کی ماں کا مقصد یہ ہرگز نہیں تھا۔

اِنِّىۡ سَمَّيۡتُهَا مَرۡيَمَ---

[6]۔اس عبارت کو امام قرطبیؒ نے یوں نقل کیا ہے ۔" لعبادتک محراً خادماً لِكنيسة حبيساً عليها" (قرطبیؒ، الجامع لاحکام القرآن ، بذیل سورۃ آل عمران 3آیت36)" اپ کی عبادت کے لئے آزاد ہوگا اور کنیسہ کی خدمت کے لئے وقف ہوگا"۔

[7]۔ ابن الانباری اعراب القرآن میں یوں فرماتے ہیں کہ " الهاء والالف فی وضعتهاعائده على(ما)حملا على المعنیٰ(ما)"(عبدالرحمٰن بن محمد کمال الدین ابوالبرکات،ابن الانباری(577ھ)البیان فی غریب اعراب القرآن،الھیئۃ المصریۃ الصامۃ للکتاب 1980ء، بذیل سورۃ آل عمران 3آیت36)"،فی وضعتھا، میں الف اور ھاء ما کے معنیٰ کی طرف راجع ہیں"۔

Research Journal MA'ARIF-E AULIYA

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-1 (January-March 2025)

ISSN: (2311-6552)

Published:
March 19, 2025

امام قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ مریم کا مطلب **"خادم الرب بلغتهم"**[8] اس زمانے کے لغت میں خادم رب اور خدائی خدمتگار ہے۔اور رب کی عبادت کرنے والا۔مریم علیہاالسلام بھی خداپرست ولی اللہ تھیں۔اس لئے مریم نام رکھا تھا۔

وَ اِنِّیۡۤ اُعِیۡذُہَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَہَا مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ---

دنیا میں بچوں کے لئے سب سے بہترین دُعا یہ ہے کہ بچے شیطان کے شر سے محفوظ ہو جائے۔اگرچہ دیگر دنیاوی مشکلات اور آفات سے بھی بچنے کے لئے دعا کرنی چاہئے لیکن سب سے اہم یہ ہے کہ وہ شیطان سے دور اور اس کے شر سے محفوظ ہوں۔اس لئے مریم اور اس کی اولاد کے لئے یہ دعا مانگی گئی۔

فَتَقَبَّلَہَا رَبُّہَا بِقَبُوۡلٍ حَسَنٍ وَّ اَنۡۢبَتَہَا نَبَاتًا حَسَنًا---

پس اللہ تعالیٰ نے اس کو اچھی طرح قبول کیا۔یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی ماں کو وہی اجر دیا جو اجر لڑکے کو مسجد کی خدمت کی صورت میں ملتا اور مریم علیہاالسلام اللہ تعالیٰ کی مقبول خاتون بن گئیں۔

وَّ اَنۡۢبَتَہَا---

انبات تو اصل میں پودوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔جب پودے بڑھ جاتے ہیں۔لیکن یہاں مراد مریم علیہاالسلام کا بڑھنا ہے۔اچھی طرح بڑھانے کا مطلب یہ ہے جو بحر المحیط میں ابو حیان اندلسی فرماتے ہیں **" فاءنشاءها على الطاعة والعبادة"**[9] کہ طاعت اور عبادت میں وہ جوان ہوئی اور اس کی زندگی بالکل صاف اور بے داغ گزری۔کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ جلدی جلدی بالغ ہو گئی۔یہ معنی غلط ہے یہ ان لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔

وَّ کَفَّلَہَا زَکَرِیَّا---

جب حضرت مریم علیہاالسلام تعلیم اور تربیت کی عمر تک پہنچی تو بیت المقدس کے تمام علماء کی خواہش تھی کہ وہ مریم علیہاالسلام کی تربیت کریں۔اس موقع پر تمام خادمین بیت المقدس اور حق پرست علماء جو بیت المقدس میں موجود تھے انہوں نے مریم علیہاالسلام کی کفالت کے لئے قرعہ اندازی کی۔اور ہر ایک کا دعویٰ اور خواہش یہ تھی کہ مریم کی کفالت اور تربیت ان کے ذمہ ہو جائے۔اس وقت اللہ کے حکم پر انہوں نے قرعہ انداری کی اور قرعہ انداز کی صورت یہ اختیار کی گئی۔کہ دریا میں ہر فرد نے اپنا قلم ڈال دیا تو باقی تمام لوگوں کے قلم سے جس طرف پانی بہہ رہا تھا۔اس طرف چلے گئے لیکن ذکریا کا قلم پانی میں واپس اُوپر کی طرف جانے لگا۔یہی غیبی انتظام تھا جس کے بنیاد پر مریم علیہاالسلام کی کفالت حضرت زکریاعلیہ السلام کے حصے میں آئی اور اس کی دوسری وجہ

---

[8]۔ قرطبیؒ، الجامع لاحکام القرآن، بذیل سورۃ آل عمران 3 آیت 36۔

[9]۔ ابو حیان الاندلسی، محمد بن یوسف (745ھ)، تفسیر البحر المحیط، بیروت، دار الکتب العلمیہ 1413ھ،، بذیل سورۃ آل عمران 3 آیت 37۔

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-1 (January-March 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
March 19, 2025

یہ بھی ٹھہری کہ حضرت زکریاعلیہ السلام نے کہا کہ میرے گھر میں مریم علیہاالسلام کی خالہ ہیں۔چونکہ خالہ بمنزلہ ماں کی ہوتی ہے۔اس لئے میں اس کا زیادہ حق دار ہوں کہ میں اس کی کفالت کروں۔اس کے علاوہ بھی بہت سارے حکمتیں ہوسکتی ہیں۔بہر حال یہ ذمہ داری ذکریاعلیہ السلام کے ذمہ لگی۔ ذکریاعلیہ السلام نے ہر لحاظ سے ان کی تربیت کی اور یہ ذمہ داری نبھائی۔کیونکہ ذکریاعلیہ السلام پیغمبر تھے تواس سے زیادہ اچھی تربیت اور کون کرسکتا تھا۔

محراب کا معنی

محراب سے کیا مراد ہے۔اس حوالے سے تفسیر قرطبیؒ وغیرہ لکھتے ہیں کہ "المحراب سيد المجالس اشرفهاواكرمها"[10] بہترین، باعزت اور سردار مجلس کو محراب کہتے ہیں۔ صرف مساجد کے محراب کو محراب نہیں کہا جاتا ہے۔مسجد کا محراب نبی علیہ السلام کے دور میں نہیں تھا۔لیکن منع بھی نہیں ہے۔البتہ فقہاء کہتے ہیں کہ امام محراب میں اکیلا کھڑا نہیں ہوگا۔بلکہ محراب سے باہر کھڑا ہو کر محراب میں سجدہ کرے گا۔[11] اگرامام صرف درمیان میں کھڑے ہوجائیں توکافی ہوجاتا ہے۔یہ مروجہ محراب صرف درمیان میں نشانی کے طورپر استعمال ہوتا ہے۔محراب والی جگہ اور صرف درمیان میں کھڑا ہونے کے ثواب میں کوئی فرق نہیں ہے۔صرف درمیان میں کھڑا ہونا سنت ہے لہٰذا محراب کو مسجد میں لازم ٹھہرانا ٹھیک نہیں ہے۔

یہاں محراب سے مسجد کا محراب مراد نہیں ہے۔بلکہ یہ مریم علیہاالسلام کے رہنے کا کمرہ تھا۔جس میں ذکریاعلیہ السلام بھی رہتے تھے۔یہ کمرہ مسجد اقصیٰ کے دوسرے حچھت میں تھا۔جس طرح مساجد میں طلبہ کی رہائش اور امام کی رہائش کے لئے الگ کمرہ ہوتا ہے۔اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر کمرہ مسجد کے حدود میں ہو تو اس میں اعتکاف کے لئے بیٹھنا جائز اور صحیح ہے۔لیکن مسجد کے حدود سے باہر نہ ہو۔

قَالَ يٰمَرۡيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا۔۔۔

یعنی جب ذکریاعلیہ السلام اس کمرے میں تشریف لاتے تو مریم علیہاالسلام سے پوچھتے، جس طرح امتحان کے طورپر شاگردوں سے پوچھتے ہیں کہ آپ کے پاس یہ کہاں سے آیا تاکہ ان کا عقیدہ توحید معلوم کیا جائے۔تو حضرت مریم علیہاالسلام جواب دیتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔مریم علیہاالسلام کی اتنی تربیت ہوئی تھی کہ وہ سمجھتی تھی کہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔اور توحید کا معنی بھی سمجھ گئی تھی۔وہ اگرچہ پیغمبر تو نہیں تھی البتہ ولیہ ضرور تھی، اللہ

10۔ اس حوالے سے تفسیر قرطبیؒ لکھتے ہیں کہ "المحراب سيد المجالس اشرهاواكرمها" (قرطبیؒ، الجامع لاحکام القرآن ،بذیل سورۃ آل عمران 3وآیت 37)" بہترین، باعزت اور سردار مجلس کو محراب کہتے ہیں"۔

11۔اس حوالے سے دور مختار نے ایک سوال کے جواب میں یوں لکھا ہے - ''في الدرالمختار باب مايفسد الصلوة ومايكره فيها الإمام في المحراب لا سجوده فيه وقدماه خارجة''، اس سے ثابت ہوا کہ محراب میں کھڑے ہو کر نماز پڑھانا مکروہ ہے، گو محراب داخلِ مسجد ہے۔" محمد بن علی بن محمد الحصکفی (1252ھ)، در مختار فی شرح تنویر الابصار، کتاب الصلوۃ، باب مایفسد الصلوۃ ومایکرہ فیھا، مکتبۃ نعمانیہ، ج2 ، ص235"۔

تعالٰی نے ان کو بہت بڑا مرتبہ عطاء فرمایا تھا۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اولیاء کی کرامت حق ہے۔چونکہ یہ مریم ولیہ تھی۔اس لئے ان کو کرامتاً غیب سے رزق ملتا تھا۔

معجزہ اور کرامت میں فرق

اسباب کے بغیر جو کام ہو جائے جس کو خرق عادت کہا جاتا ہے۔اگر یہ کام کسی نبی سے سرزد ہو جائے تو معجزہ ہے۔اور اگر غیر نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو جائے تو اس کو کرامت کہا جاتا ہے۔ہاں یہ غیر نبی مرد ہو یا عورت تو یہ ولی ہوگا۔اولیاءاللہ توان کے علاوہ بھی گزرے ہیں۔لہٰذا مریم علیھا السلام پیغمبر تو نہیں تھی البتہ ولیہ تھی۔اگرچہ مریم فی الحال طالبہ تھی۔لیکن پھر بھی ان کے ہاتھوں کرامات ظاہر ہو رہی تھی۔اکثر طلبہ کا خیال ہوتا ہے کہ فراغت کے بعد عبادت کے لئے فارغ ہو جائیں گے۔لیکن کبھی کبھار دوران طالب العلمی انتقال کر جاتے ہیں۔اور عبادت کا موقع نہیں ملتا۔لہٰذا طلبائے علم کو چاہئے کہ دوران تعلیم عبادات اور تربیت پر توجہ دیں۔کیونکہ جب جوانی میں عبادت کی عادت پڑ جاتی ہے۔تو پھر بڑھاپے میں بھی عبادت کرتے ہیں۔

سورۃ آل عمران آیات 38تا48

"ہُنَالِکَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّہٗ ۚ قَالَ رَبِّ ہَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً ۚ اِنَّکَ سَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتۡہُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ ہُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیۡ فِی الۡمِحۡرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکَ بِیَحۡیٰی مُصَدِّقًۢا بِکَلِمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ سَیِّدًا وَّ حَصُوۡرًا وَّ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ غُلٰمٌ وَّ قَدۡ بَلَغَنِیَ الۡکِبَرُ وَ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرٌ ؕ قَالَ کَذٰلِکَ اللّٰہُ یَفۡعَلُ مَا یَشَآءُ ﴿۴۰﴾ قَالَ رَبِّ اجۡعَلۡ لِّیۡۤ اٰیَۃً ؕ قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمۡزًا ؕ وَ اذۡکُرۡ رَّبَّکَ کَثِیۡرًا وَّ سَبِّحۡ بِالۡعَشِیِّ وَ الۡاِبۡکَارِ ﴿٪۴۱﴾ وَ اِذۡ قَالَتِ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرۡیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰکِ وَ طَہَّرَکِ وَ اصۡطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۴۲﴾ یٰمَرۡیَمُ اقۡنُتِیۡ لِرَبِّکِ وَ اسۡجُدِیۡ وَ ارۡکَعِیۡ مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِکَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡہِ اِلَیۡکَ ؕ وَ مَا کُنۡتَ لَدَیۡہِمۡ اِذۡ یُلۡقُوۡنَ اَقۡلَامَہُمۡ اَیُّہُمۡ یَکۡفُلُ مَرۡیَمَ ۪ وَ مَا کُنۡتَ لَدَیۡہِمۡ اِذۡ یَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿۴۴﴾ اِذۡ قَالَتِ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرۡیَمُ اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَۃٍ مِّنۡہُ ٭ۖ اسۡمُہُ الۡمَسِیۡحُ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ وَجِیۡہًا فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ وَ مِنَ الۡمُقَرَّبِیۡنَ ﴿ۙ۴۵﴾ وَ یُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الۡمَہۡدِ وَ کَہۡلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۴۶﴾ قَالَتۡ رَبِّ اَنّٰی یَکُوۡنُ لِیۡ وَلَدٌ وَّ لَمۡ یَمۡسَسۡنِیۡ بَشَرٌ ؕ قَالَ کَذٰلِکِ اللّٰہُ یَخۡلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۴۷﴾ وَ یُعَلِّمُہُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ وَ التَّوۡرٰىۃَ وَ الۡاِنۡجِیۡلَ ﴿ۚ۴۸﴾"

اس موقع پر حضرت ذکریا نے اپنے رب سے دعا کی اور کہا اے میرے رب! مجھے اپنی طرف سے پاکیزہ اولاد عطا کر بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔پھر جب وہ حجرے میں نماز پڑھ رہے تھے تو فرشتوں نے ان کو آواز دی کہ اللہ تجھ کو یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے،جو اللہ کی توحید کی گواہی دے گا،وہ مقتدا ہونگے اور اپنے نفس کو لذات سے روکنے والے ہونگے۔اور اعلیٰ درجے کے نبی ہوں گے۔ذکریا نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار میرے لئے لڑکا کس طرح ہوگا؟ حالانکہ میں بوڑھا ہو چکا ہو،اور میری بیوی بھی بانجھ ہے۔فرمایا اللہ جو چاہئے اس طرح کرتا ہے۔انہوں نے عرض کیا کہ اے پروردگار! میرے لئے کوئی

نشانی مقرر فرما دیجیے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیری نشانی یہ ہے کہ تم تین روز تک لوگوں سے باتیں نہ کر سکوگے صرف اشارہ کریں گے۔اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کرواور صبح شام ان کی تسبیح بیان کرو۔اور اس وقت کو یاد کرو جب فرشتے بولے کہ اے مریم،اللہ تعالیٰ نے تجھ کو منتخب کیا ہے اور تجھے پاک کیا ہے اور تجھے تمام عالم کی عورتوں میں منتخب کیا ہے۔اے مریم اپنے رب کی اطاعت کرو،اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔اے محمد ﷺ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تجھ کو بھیجتے ہیں۔اور اس وقت آپ ان کے پاس موجود نہیں تھے۔جب یہ سب لوگ قرعہ اندازی کے لئے اپنے اپنے قلم ڈالتے تھے۔کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے گا،اور جب یہ لوگ جھگڑتے تھے اس وقت بھی تم ان کے ساتھ نہیں تھے۔اور جب فرشتوں نے کہا کہ اے مریم!اللہ تعالیٰ تم کو ایک کلمہ جو کہ منجانب اللہ ہو گا کی بشارت دیتا ہے۔جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہو گا۔جو دنیا و آخرت میں مرتبے والا ہو گا۔اور اللہ کا مقرب ہو گا۔اور کلام کرے گا گہوارہ میں اور بڑی عمر میں اور نیک بختوں میں سے ہو گا۔حضرت مریم بولی اے میرے رب کس طرح ہو گا میرا بچہ حالانکہ مجھے کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہیں پیدا کرتا ہے۔اور وہ جس کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو یہی کہتا ہے کہ ہو جا،سو وہ ہو جاتا ہے۔اور اس کو کتاب اور حکمت کی باتیں سکھادے گا اور تورات و انجیل سکھادے گا"۔

ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً---

یہاں ذکر یا علیہ السلام نے نیک اولاد کی دعا مانگی۔عام اولاد جو نیک نہ ہوں اس کی دعا نہیں مانگی۔کیونکہ نیک اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔اس وقت ذکر یا علیہ السلام کی اولاد نہیں تھی،اور بوڑھے تھے۔لیکن باجود اس کے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔اللہ تعالیٰ نے ذکر یا علیہ السلام کی اس دعا مانگنے کا سبب یہ بتایا کہ جب حضرت ذکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بغیر کسی لانے والے کے پھل دیکھا تو اس نے سوچا کہ اگر اللہ تعالیٰ مریم علیہا السلام کو بلا سبب پھل دے سکتا ہے تو مجھے بھی اس حالت میں اولاد دے سکتا ہے۔لہٰذا انہوں دعا مانگنا شروع کر دی۔

هُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّىْ فِى الْمِحْرَابِ---

حضرت ذکریا علیہ السلام کا محراب اور کمرہ الگ الگ تھے جس میں وہ عبادت کرتے تھے۔اس لئے کہ محراب تو اشرف اور عزت والی جگہ کو کہتے ہیں۔جس وقت فرشتے نے خوشخبری سنائی،اس وقت ذکر یا علیہ السلام الگ اپنے کمرے میں عبادت کر رہا تھا۔

اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى---

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا نام الہامی نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے خود رکھا ہے۔۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام ہم عصر تھے۔جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم سناتے تو حضرت یحییٰ علیہ السلام اس کے تصدیق فرماتے۔اس لئے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا کہ " **مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ سَيِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ** یہ بات ظاہر ہے کہ جس قوم میں اللہ کا نبی ﷺ موجود ہوں تو اس قوم کے لئے اس نبی کے علاوہ اور کون سردار ہو سکتا ہے ؟ لہٰذا یحییٰ علیہ السلام کے لئے سید کا لفظ استعمال کیا۔اور "حصوراً" مشتق ہے حصرٌ سے اور حَصرٌ کا معنی ہے "حَبسٌ" بند کرنا بوزن فعولٌ۔اپنے آپ کو گناہ سے پاک رکھنا۔یہاں حصور کا مطلب پاکدامن ہو گیا۔امام قرطبیؒ نے اس حصور لفظ کے دو معنی نقل کیے ہیں۔ **"وقيل معناه الحابس نفسه عن معاصى الله جل وعز"** [12] پہلا معنی یہ کہ وہ پاک دامن ہو گا۔یہ معنی زیادہ مناسب اور موزون ہے۔اور حضرت یحیٰ علیہ السلام کے شان کے مطابق بھی ہے۔اور دوسرا معنیٰ بھی قرطبیؒ نے نقل کیا ہے وہ بھی ٹھیک ہے اور وہ معنی یہ ہے کہ **"الحصور من الحصرهو الحبس الذى يكف نفسه عن النساء مع القدرة فالمعنى انه يحصر نفسه عن الشهوات ولعل هذا كان شرعه واما شرعنا فالنكاح"** [13] کہ حَصر کا معنی ہے بند کرنا، یہاں معنیٰ یہ ہے کہ وہ پیغمبر جو اپنے آپ کو عورتوں کے پاس آنے سے محصور رکھے گا اور یہ عورتوں سے دور رہنا اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ نامرد تھے۔کیونکہ انبیاء کرام ہر حوالے سے دیگر انسانوں سے قوی ہوتے ہیں۔حتیٰ کہ قوت مردانہ میں بھی وہ دوسرے لوگوں سے اقویٰ ہوتے ہیں۔یعنی وہ قدرت کے باوجود نکاح نہیں کرے گا۔

یہاں امام قرطبیؒ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ نکاح تو سنت ہے۔اور اس کی تاکید آئی ہے۔تو ایک پیغمبر اس سے کیسے رُکتا ہے۔تو پھر کہتے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ یحییٰ کی شریعت میں بغیر نکاح زندگی گزارنا بہتر ہو گا۔لیکن ہماری شریعت مطہرہ میں نکاح سنت ہے،اور بغیر نکاح زندگی گزارنا بہتر نہیں ہے۔اور شادی اور نکاح کرنا افضل ہے۔یہ تو قرطبیؒ کا بیان تھا جو آپ کو سمجھ میں آیا ہو گا۔لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بات ثابت نہیں ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام

---

[12]- امام،قرطبیؒ نے اس حصور لفظ کے دو معنی نقل کیے ہیں۔پہلا معنیٰ یہ ہے۔"وقيل معناه الحابس نفسه عن معاصى الله جل وعز "(امام قرطبی،الجامع لاحکام القرآن،بذیل سورۃ آل عمران 3آیت 39) "وہ پاک دامن ہو گا،اللہ کی نافرمانی سے اپنے اپ کو بچاتا ہو گا"

[13]- دوسرا معنیٰ بھی قرطبیؒ نے نقل کیا ہے۔"الحصور من الحصر هو الحبس الذى يكف نفسه عن النساء مع القدرة فالمعنى انه يحصر نفسه عن الشهوات ولعل هذا كان شرعه واما شرعنا فالنكاح" (امام قرطبی، الجامع لاحکام القرآن سورۃ آلعمران 3آیت39) حصور حصر سے ہے اور حَصر کا معنی ہے بند کرنا، یہاں معنیٰ یہ ہے کہ وہ پیغمبر جو عورتوں کے پاس آنے سے اپنے آپ کو محصور رکھے گا۔ہو سکتا ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کی شریعت میں بغیر نکاح زندگی گزارنا بہتر ہو گا لیکن ہماری شریعت مطہرہ میں نکاح سنت ہے"۔

ISSN: (2311-6552)
Published:
March 19, 2025

اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی شریعت میں نکاح کرنا افضل نہیں تھا۔ ہو سکتا ہے حضرت یحییٰ علیہ السلام نے کسی دوسری وجہ سے نکاح نہیں کیا ہو گا[14]۔ البتہ یہ بھی ضروری نہیں کہ نکاح فرض ہو اور عدم نکاح گناہ ہو،اور انبیاء تو گناہ سے پاک ہوتے ہیں۔اس لیے ہم کہہ دے، کہ ان کی شریعت میں نکاح افضل نہیں تھا۔ بس اس کا معنیٰ یہ ہوا کہ گناہوں سے اپنے آپ بچا کہ رکھے گا۔ لیکن یہ تو پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام کی خصوصیت نہیں ہوئی،اس طرح تو تمام انبیائے کرام گناہوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔اور گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض غیر نبی جو پیغمبر نہ ہو وہ بھی گناہوں سے بچتے ہیں۔ لیکن یہاں مطلب یہ ہوا کہ یحییٰ علیہ السلام ہو سکتا ہے عام صالح لوگوں سے زیادہ پرہیز گار ہو گا۔

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ---

یہاں پر یہ سوال شک کے بنیاد پر نہیں ہے۔ کہ ذکریا علیہ السلام نے اس میں شک کیا ہو۔اس کا تو ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ کہ انبیائے کرام اللہ تعالیٰ کے حکم میں شک کریں، بلکہ یہاں یہ سوال استفہاماً نہیں ہے۔ بلکہ یہ سوال استعجاباً ہے،یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت پر حیرت اور تعجب کا اظہار کیا ہے۔ یہ بات یاد رکھیئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر استعجاب اور حیرت ایمان کی منافی نہیں ہے۔ جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے استعجاباً پوچھا تھا۔

بِالْعَشِيِّ وَ الْاِبْكَارِ---

"عَشِيّ" سے مراد نصف النہار سے رات تک کا وقت ہے۔ جس کو ہم اردو میں شام کہتے ہیں۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ ہر وقت صبح وشام اللہ تعالیٰ کو یاد کرو۔

وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَ طَهَّرَكِ---

یہاں اصل بحث مریم علیہا السلام کا ہی چل رہا تھا۔ صرف درمیان میں حضرت زکریا علیہ السلام اور یحیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا تھا۔اب دوبارہ مریم علیہا السلام کا ذکر شروع کردیا۔

اِصْطَفٰكِ---

یہاں "اصطفٰکِ" دو دفعہ ذکر کیا گیا ہے۔ دونوں جگہ اس کا الگ معنی ہے۔ پہلے میں معنیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی عبادت کے لئے پسند کیا ہے۔ اور دوسری جگہ معنی ہے اللہ تعالیٰ نے تم کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جننے کے لئے کو منتخب کیا ہے۔ یہاں اس جگہ ولادت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے ۔ یہاں اللہ تعالیٰ مریم کو اپنی نعمتیں گنوا کر فرماتا ہے کہ ان نعمتوں کے شکر کا تقاضا یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی تابعداری کرو اور سجدہ کرو اور رکوع کیا کروں۔

[14]-اس حوالے سے ابن جریر طبری نے سعید ابن مصیب کا قول نقل کیا ہے۔ کہ (حَصُورًا) الحصور الذی لا یشتھی النساء ۔ ثمّ ضرب بیدہ الی الا رض فاخذ نواۃ فقال ماکان معہ الا مثل ھذا"(محمد ابن جریر الطبری، الجامع البیان عن تاویل آی القرآن، بذیل سورۃ آلعمران 3 آیت 39)"یعنی حصور سے مراد وہ شخص ہے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھتا ہو اور پھر انہوں نے زمین پر ہاتھ مارا اور یک گھٹلی اٹھایا اور فرمایا کہ ان کے پاس اس طرح تھا"۔

رکوع کرنے والوں کے ساتھ اور تسبیح کرو۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تمام شریعتوں میں رکوع سجدہ سے پہلے ہے۔ تو یہاں قرآن مجید میں سجدہ کو رکوع پر کیوں مقدم کیا گیا ہے؟ تو اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ عطف "واو" کے ساتھ ہے عطف "فاء" کے ساتھ نہیں ہے۔ "و" مطلق جمع کے لئے آتا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ جس ترتیب کے ساتھ ذکر کیا ہے اس ترتیب کے ساتھ فرض بھی ہے۔ یعنی یہ ترتیب کا تقاضا نہیں کرتا۔ البتہ "فا" کے ساتھ عطف ترتیب کا تقاضا کرتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ " **وَ ارۡكَعِيۡ مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ** " سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ باجماعت رکوع اور سجدہ کرو بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح دیگر لوگ نماز پڑھتے ہیں۔ آپ بھی اس طرح نماز پڑھو۔[15]

ذٰلِکَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَیۡبِ نُوۡحِیۡهِ اِلَیۡکَ۔۔۔

یعنی یہ معلومات جو زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، مریم علیہا السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں آپ کو بیان کئے گئے ہیں، یہ غیب کی خبروں میں سے ہیں۔ یہ آپ نے کبھی کتاب میں بھی نہیں پڑھی اور نہ آنکھوں سے دیکھی ہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی وحی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت سارے غیبی باتوں کا علم انبیاء کو دے دیتا ہے۔

اِذۡ قَالَتِ الۡمَلٰٓئِکَةُ یٰمَرۡیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُکِ۔۔۔

جس طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام کا نام اللہ تعالیٰ نے خود رکھا تھا اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے خود رکھا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ "کن" کہہ کر بغیر اسباب کے پیدا کیا ہے۔ اس لئے ان کو کلمۃ اللہ کہا جاتا ہے۔

مسیح کا معنی کیا ہے؟

لفظ مسیح عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا معنی ہے مبارک، ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو مبارک تھے اس لئے ان کا نام مبارک رکھا۔ لیکن بعض حضرات نے اس کی دوسری توجیہ کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ لفظ عربی زبان کا ہے اور عربی میں "مسیح" مسح سے مشتق ہے اور مسح کا معنی ہاتھ پھیرنا۔ چونکہ ان کا معجزہ تھا کہ جب وہ بیماروں پر اور نابینا لوگوں پر ہاتھ پھیرتے تو وہ ٹھیک ہو جاتے، اس لئے ان کو مسیح کہا جاتا ہے۔ بہر حال وجہ تسمیہ کوئی بھی ہوں لیکن ان کا نام مسیح

---

[15]۔ تفسیر ابن کثیر نے یہی معنٰی لیا ہے۔ "وَ ارکَعِی مَعَ الرّٰکِعِینَ" ای کونی منهم "(حافظ عماد الدین ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم بذیل سورۃ آل عمران 3 آیت 43)" "یعنی رکوع اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ"۔

علیہ السلام ہے۔اور عیسیٰ بھی ان کا نام ہے۔ لیکن یہ لقب ہے۔ بائبل میں ان کو یشوع کہا گیا ہے۔ پھر عربی میں اس سے عیسیٰ بن گیا۔ عیسیٰ کا معنی سید اور سردار ہے۔یعنی عیسیٰ معرّب ہے "ایشوع" سے اور "ایشوع" کا معنٰی سید ہے۔ لہٰذا عیسیٰ کا معنی بھی سید ہو گیا۔

یہاں پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اسم عَلم، اسم لقبی اور اسم کنیہ تینوں ذکر کئے ہیں۔ اسم کنیہ سے مراد یہ ہے کہ والد یا والدہ یا بیٹے کی طرف نسبت کیا جائے۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اسم کنیہ ابن مریم ہے۔

وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ---

روح المعانی نے وجیہاً کا معنٰی "ذوالجاہ" کا کیا ہے[16]۔یعنی بڑے مرتبے والے ہوں گے۔ اور مقربین میں سے ہوں گے، جب انبیاء میں سے ہونگے تو ظاہر ہے کہ مقربین میں شمار ہو گا۔

وَ يُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا---

"مَھَدْ" سے کوئی خاص جگہ مراد نہیں ہے۔ وہ ماں کے گود میں ہوں یا چار پائی میں ہوں۔ لیکن اس عمر میں بات کرے گا، جب وہ دودھ پی رہا ہو گا اور جب بڑی عمر کا ہو جائے تب بھی بات کرے گا۔ بڑی عمر میں بات کرنا کوئی معجزہ نہیں ہے لیکن دودھ کے زمانے میں بات کرنا ان کا معجزہ تھا۔ اور اصل مقصد بھی یہی تھا۔

وَّ لَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ---

نصاریٰ کہتے ہیں، کہ حضرت مریم علیہ السلام کی نسبت یوسف نجار سے ہوئی تھی۔[17]لیکن شادی نہیں ہوئی تھی اور عیسیٰ علیہ السلام بغیر والد کے پیدا ہوئے ہیں۔ یہود چونکہ شرارتی اور ذلیل قوم ہے وہ کہتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کا یوسف نجار سے ناجائز تعلقات تھے۔ جس سے نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں۔ جو کہ سراسر جھوٹ افتراء اور بکواس ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کا قول نقل کر کے اُن کی صفائی بیان کی کہ

---

[16]۔ تفسیر روح المعانی نے یوں نقل کیا ہے۔"الوجیه ذوالجاه والشرف والقدر" (شہاب الدین الوسی، روح المعانی فی تفسیر القران العظیم و سبع المثانی، سورۃ آل عمران 3 آیت 143) یعنی وجیہہ سے مراد قدر منزلت اور دبدبے والا ہے"۔

[17]۔لوقا میں یہ روایت یوں نقل کیا گیا ہے۔ کہ "جبرائیل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرہ تھا ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا جس کی منگنی داود کے گھرانے کے ایک شخص یوسف نامی سے ہوئی تھی اور اس کنواری کا نام مریم تھا۔(لوقا1: 26،27)"

اور تفسیر جلالین کی شرح جمالیں نے انجیل متی کا قول یوں نقل کیا ہے۔ کہ "یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اپ کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہو گئی تو ان رکھنا ہوئے سے پہلے وہ روح القدوس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی(متی 1: 81)" (مولانا محمد جمال بلند شہری۔، جمالین فی شرح جلالین، کراچی زمزم پبلشرز،(2000ء)،ج 1 ص 505)

گویا حضرت مریم علیہا السلام کو کسی نے ہاتھ تک نہیں لگایا تھا۔ نہ نکاح کی صورت میں اور نہ بغیر نکاح کی۔ البتہ نصاریٰ کے اس بات کے ہم نہ تصدیق کرتے ہیں اور نہ تکذیب کہ یوسف نجار سے مریم علیہا السلام کی نسبت ہوئی تھی۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے، اور حضرت مریم علیہا السلام پاک دامن تھیں جس میں نصاریٰ ہمارے ساتھ متفق ہیں۔ البتہ وہ آگے بڑھ کر عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں، جس سے ہمارا اختلاف ہے۔

یفعل اور یخلق میں نکتہ عجیبہ

یہاں ایک نکتہ موجود ہے۔ وہ یہ کہ حضرت ذکریا علیہ السلام نے بھی یہ کہا تھا کہ " **رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیۡ غُلٰمٌ** "اور حضرت مریم علیہا السلام نے بھی یہی کہا کہ "**اَنّٰی یَکُوْنُ لِیۡ ولدٌ**"اور دونوں کے جواب میں کہا گیا کہ " **کَذٰلِکَ اللّٰہُ** "لیکن ایک جگہ کہا گیا" **یفعل مایشاء** "اور دوسری جگہ کہا گیا کہ " **یخلق مایشاء** "تو یہاں نکتہ یہ ہے کہ عربی زبان میں فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف تب ہوتا ہے جب اس فعل کے لئے سبب موجود ہوں۔ مثلاً حضرت ذکریا علیہ السلام کا بیٹا پیدا ہوا تو اس کے لئے سبب کے طور پر حضرت ذکریا موجود تھے۔ اگرچہ وہ بوڑھے تھے اور ان کی زوجہ بانجھ تھیں، لیکن پھر بھی حضرت زکریا علیہ السلام یحیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے لئے سبب تھے۔ تو وہاں "**یفعل مایشاء**"کہا گیا۔ یعنی فعل اس عمل کو کہا جاتا ہے جو تحت الاسبات ہوں اور جس کے لئے سبب موجود ہوں۔ یہاں مریم کو کہا گیا کہ " **کذالک اللہ یخلق مایشاء**" یہاں سبب نہیں ہے بلکہ بغیر سبب کے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا۔ لہٰذا جب خلق کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو بغیر اسباب کے پیدائش مراد ہو گا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے لئے سبب نہیں تھا۔ یعنی بغیر اسباب کے پیدا ہوئے اس لئے "یخلق ''کہا گیا۔ مطلب یہ ہوا کہ یخلق کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اس وقت کی جاتی ہے جب اللہ تعالیٰ غیبی قوت سے بغیر اسباب کے پیدا کرتا ہے۔ اور یفعل کی نسبت اس وقت کی جاتی ہے جب اسباب کے تحت کام ہوتا ہوں۔

وَ یُعَلِّمُهُ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ وَ التَّوۡرٰىةَ وَ الۡاِنۡجِيۡلَ ---

محمد رسول اللہ ﷺ اُمی تھے نہ پڑھ سکتے تھے اور نہ لکھ سکتے تھے۔ لیکن ان کا علم تمام انبیاء کرام سے بڑھ کر تھا۔ نبی علیہ السلام کے بارے میں یہ صاف کہہ دیا گیا ہے کہ وہ اُمی تھے۔ لیکن دیگر انبیائے کرام کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ وہ اُمی تھے اور وہ لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام لکھ پڑھ سکتے تھے۔ وہ تورات کے احکام لوگوں کو بیان کرتے تھے۔ اور یہود نے جو تحریفات کئے تھے ان کی تصحیح فرماتے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کے بعد جتنے بھی انبیاء کرام

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-1 (January-March 2025)

ISSN: (2311-6552)

Published:
March 19, 2025

گزرے ہیں جن کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ان تمام انبیاء کی شریعت توراۃ تھا۔اس لئے عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت بھی توراۃ تھا۔لیکن ان پر اپنی کتاب بھی نازل ہوئی تھی۔جو توراۃ کے لئے ناسخ نہیں تھی جس سے توراۃ منسوخ ہوگیا ہوں یہ دونوں ناسخ اور منسوخ نہیں تھے۔یہاں التوراۃ والا نجیل عطف الخاص علی العام ہے۔

سورۃ آل عمران آیات 49تا54

وَ رَسُوۡلًا اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ۬ۙ اَنِّیۡ قَدۡ جِئۡتُکُمۡ بِاٰیَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ ۙ اَنِّیۡۤ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ فَاَنۡفُخُ فِیۡہِ فَیَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ وَ اُبۡرِیُٔ الۡاَکۡمَہَ وَ الۡاَبۡرَصَ وَ اُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۚ وَ اُنَبِّئُکُمۡ بِمَا تَاۡکُلُوۡنَ وَ مَا تَدَّخِرُوۡنَ ۙ فِیۡ بُیُوۡتِکُمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ﴿۴۹﴾ وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوۡرٰىۃِ وَ لِاُحِلَّ لَکُمۡ بَعۡضَ الَّذِیۡ حُرِّمَ عَلَیۡکُمۡ وَ جِئۡتُکُمۡ بِاٰیَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ ۟ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوۡنِ ﴿۵۰﴾ اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیۡ وَ رَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡہُ ؕ ہٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ﴿۵۱﴾ فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیۡسٰی مِنۡہُمُ الۡکُفۡرَ قَالَ مَنۡ اَنۡصَارِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ ؕ قَالَ الۡحَوَارِیُّوۡنَ نَحۡنُ اَنۡصَارُ اللّٰہِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ ۚ وَ اشۡہَدۡ بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ﴿۵۲﴾ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنۡزَلۡتَ وَ اتَّبَعۡنَا الرَّسُوۡلَ فَاکۡتُبۡنَا مَعَ الشّٰہِدِیۡنَ ﴿۵۳ وَ مَکَرُوۡا وَ مَکَرَ اللّٰہُ ؕ وَ اللّٰہُ خَیۡرُ الۡمٰکِرِیۡنَ ﴿٪۵۴﴾ "اور بنی اسرائیل کی طرف پیغامبر بنا کر بھیجے گا اور کہے گا کہ میں تم لوگوں کے پاس تمہارے رب کی نشانیاں لے کر آیا ہوں۔ (وہ یہ کہ) کہ میں تمہارے لئے گارے سے پرندے جیسی شکل بنا دیتا ہوں ، پھر اس میں پھونک مار کر خدا کے حکم سے وہ پرندہ بن جاتا ہے۔ اور مادر زاد اندھے اور برص کے بیمار کو ٹھیک کرتا ہوں اور خدا کے حکم سے مردوں کو زندہ کردیتا ہوں اور میں تم کو وہ چیزیں جو تم اپنے گھروں میں کھاتے ہوں وہ بتا دیتا ہوں ۔ بلاشبہ اگر تم ایمان لانا چاہتے ہوتو ان معجزات میں تمہارے لئے کافی دلیل ہے۔اور تصدیق کرتا ہوں اس کتاب کی جو مجھ سے پہلے تورات کی صورت میں نازل تھی۔ اور میں اس لئے آیا ہوں کہ تمہارے لئے وہ چیزیں حلال کردو جو تم پر حرام تھیں اور تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانی لے کر آیا ہوں ۔ سو اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے سو ا اس کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔پھر جب عیسیٰ کو بنی اسرائیل کا کفر معلوم ہوا تو فرمایا کہ کون ہے جو اللہ کےلئے میرے ساتھ مدد کریں۔ تو حواریین کہنے لگے کہ ہم اللہ کے مدد کرنے والے۔ ہم نے اللہ پر ایمان لایا ہے اور توگواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔اے ہمارے رب ! ہم نے ایمان لایا ہے ان چیزوں پر جو تو نے نازل کیے ہیں۔ اور تابع ہوئے رسول کے ۔سوتو ہمیں تصدیق کرنے والوں میں لکھ دیجئے۔اور ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے خُفیہ اپنی تدبیر فرمائی ۔اللہ تعالیٰ بہتر تدبیر کرنے والے ہیں"۔

وَ رَسُوۡلًا اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ---

یہاں ایک نکتہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت عام نہیں تھی بلکل خاص تھی۔ایک خاص قوم کے لئے پیغمبر بنا کر بھیج دیئے گیے تھے۔ان کی ذمہ داری اور ڈیوٹی تمام اقوام کو سمجھانے کی نہیں تھی بلکہ صرف بنی اسرائیل کو سمجھانے کی ہے۔لیکن وہ عیسائی جو غلط عقیدہ رکھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اہل عرب کے لئے بھی پیغمبر تھے۔تو یہاں سے ثابت ہوا

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عربوں کے لئے پیغمبر نہیں تھے۔البتہ ایمان تمام انبیائے کرام پر رکھنالازم ہےاور ایمان کا حصہ ہے۔خواہ کوئی بھی نبی ہواور کسی بھی قوم کے لئے یا تمام عالم کے لئے مبعوث کئے گئے ہو اس پر ایمان ضروری ہے۔کسی نبی کی نبوت عام ہو گی اور کسی کی خاص ہو گی۔اس سے ایمان میں کوئی فرق نہیں پڑھتا۔

اَنِّیۡ قَدۡ جِئۡتُکُمۡ بِاٰیَۃٍ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ---

یعنی میں کچھ نشانیوں کے ساتھ بھیج دیا گیا ہوں۔[18] یہاں وہ معجزے اور نشانیاں بیان کئے جارہے ہیں۔یہ پانچ معجزے بیان کئے گئے۔اور معجزے کے لئے آیۃ کا لفظ استعمال کیا ہے۔جس کا معنی ہے علامت اور نشانی۔اس لئے یہ معجزے نبوت کے لئے علامت اور نشانیاں ہیں۔یہاں علامت اور نشانی دونوں معنیٰ درست ہیں۔دنیا کے تمام افعال اور اعمال اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے ہوتے ہیں۔لیکن معجزہ اللہ تعالیٰ کا وہ حکم ہے جو بغیر اسباب کے کسی نبی سے ظاہر ہوا ہوں اور خارق عادت ہوں۔اگرچہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہے لیکن یہ معجزات اور کرامات نہیں ہیں۔

پہلا معجزہ

اَنِّیۡۤ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ ---

[18]۔ تفسیر ابن کثیر نے معجزات کی حکمت یوں بیان کیا ہے۔ ''قال كثير من العلماء : بعث الله كل نبي من الأنبياء بمعجزة تناسب أهل زمانه، فكان الغالب على زمان موسى عليه السلام السحر وتعظيم السحرة. فبعثه الله بمعجزة بهرت الأبصار وحيرت كل سخار، فلما استيقنوا أنها من عند العظيم الجبار انقادوا للإسلام، وصاروا من عباد الله الأبرار، وأما عيسى عليه السلام، فبعثه في زمن الأطباء وأصحاب علم الطبيعة، فجاءهم من الآيات بما لا سبيل لأحد إليه. إلا أن يكون مؤيداً من الذي شرع الشريعة. فمن أين للطبيب قدرة على إحياء الجماد، أو على مداواة الأكمه والأبرص، وبعث من هو في قبره رهين إلى يوم التناد؟؟ وكذلك محمد ، بعثه الله في زمن الفصحاء والبلغاء وتحارير الشعراء، فأتاهم بكتاب من الله عز وجل، لو اجتمعت الإنس والجن على أن يأتوا بمثله، أو بعشر سور من مثله، أو بسورة من مثله، لم يستطيعوا أبنا، ولو كان بعضهم لبعض ظهيراً، وما ذلك إلا لأن كلام الرب عز وجل لا يشبه كلام الخلق أبداً'' (حافظ عمادالدین ابن کثیر، تفسیر القران العظیم، بذیل سورۃ آل عمران 3 آیت 49)''اکثر علماء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایسا معجزہ دیا ہے جو اس وقت کے تقاضوں کے مطابق ہو۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سحر اور جادو کا غلبہ تھا،اور ساحروں کی تعظیم کی جاتی تھی،تو اللہ تعالیٰ نے اسکو ایسا معجزہ دیا جس سے تمام جادو گر حیران ہوغئے اور جب ان کو یقین ہو گیا کہ یہ معجزہ ایک عظیم ہستی کے جانب سے ہیں تو انہوں نے اسلام کو قبول کیا اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے بن گئے۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے علم طب اور علم طبیعات کے دور میں مبعوث فرمایا تو ان کو ایسے معجزات دئے جن تک کسی کی رسائی ممکن نہیں تھی،اور اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی راستہ نہیں تھا کہ صاحب شریعت کو تسلیم کریں،کیوں کہ طبیب کے پاس یہ طاقت کہاں تھی کہ وہ جمادات کو زندہ کریں یا نابینا اور ابرص کے مریض کو ٹھیک کریں،اور زمین میں قیامت تک دفن کئے گئے مردے کو زندہ کریں؟۔اسی طرح محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ فصحاء اور بلغاء کے دور میں مبعوث فرمایا اور شعراء کی تحریرات کے سائے میں پیدا ہوئے،تو اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی کتاب دی کہ اگر انسان جنات اس بات کے لئے جمع ہو جائے کہ اس کی مثال،یا دس سورتیں یا ایک سورۃ صحیح لے آئے تو نہیں لا سکتے اگرچہ اس کام میں وہ ایک دوسرے مدد بھی کریں۔اور یہ اس لیے نہیں لا سکتے کہ دراصل رب کا کلام انسانوں کے کلام کا مشابہہ کبھی بھی نہیں ہو سکتا''۔

یعنی میں تمہارے لئے گارے سے پرندہ بنادیتا ہوں۔۔یہاں پر پرندہ بنانا معجزہ نہیں ہے۔کیونکہ معجزہ وہ ہوتا ہے جس سے لوگ عاجز ہو، حالانکہ پرندہ بنانا اور پھونک مارنا توسب کر سکتے ہیں۔یہاں اصلی معجزہ یہ ہے کہ اس پرندے میں جان ڈالا جائے۔اور وہ حقیقی پرندہ بن جائے۔یہ معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فعل نہیں تھا، بلکہ یہ فعل اللہ تعالی کا تھا۔جس طرح لاٹھی پھینکنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کام تھا۔لیکن اس سے سانپ بنانا اللہ تعالیٰ کا فعل تھا۔چونکہ ان کے ہاتھ پر یہ کام کیا گیا تھا اس لئے اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ کہا جاتا ہے۔

دوسرا معجزہ

وَ اُبۡرِیُٔ الۡاَکۡمَہَ وَ الۡاَبۡرَصَ۔۔۔

''اکمہ''اس نابینا کو کہا جاتا ہے جو کہ مادر زاد اندھا ہو۔یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوسرا معجزہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مادرزاد اندھوں کو ٹھیک کرتا تھا۔

تیسرا معجزہ

تیسرا معجزہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حکم پر برص کے مریض کو اچھا کر دیتا تھا۔ برص وہ بیماری ہے جس کی وجہ سے جلد پر سفید داغ بن جاتے ہیں۔اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہاتھ پھیرتے تھے اور وہ ٹھیک ہو جاتا۔

چوتھا معجزہ

وَ اُحۡیِ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِ اللّٰہِ ۔۔۔

اللہ تعالیٰ کے حکم پر مردوں کو جلاتے اور زندہ کرتے تھے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام میت کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر کہتے کہ اُٹھو تو میت اُٹھ جاتا لیکن یہ دوبارہ مر جاتا زندہ نہیں رہتا صرف لوگوں کے سامنے اُٹھ کر بیٹھ جاتا۔کیونکہ اس کی زندگی پوری ہو گئی تھی۔

پانچواں معجزہ

پانچواں معجزہ یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس بات کے خبر دیتے تھے، کہ آپ نے کیا کھایا ہے۔اور کیا گھر میں ذخیرہ کر کے رکھ دیا ہے۔یعنی یہ بتاتے تھے کہ رات کس نے کیا کھایا ہے۔اور کیا بچا کہ رکھا ہے۔یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم پر بتاتے تھے۔یہ پانچ معجزات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کو بتادیئے تھے۔کہ آپ کے بیٹے کے یہ معجزات ہونگے۔پیدا ہونے سے پہلے بتائے گئے معجزات میں عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی کمال نہیں تھا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے گئے تھے۔

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَةً ۔۔۔

یعنی اس میں ایمان لانے والوں کے لئے ایک نشانی ہے۔یعنی اگر ایمان لانا چاہتے ہوں تو یہ نشانی کافی ہے۔لیکن جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے لئے اس میں کوئی نشانی کافی نہیں کیونکہ وہ ایمان لاتے ہی نہیں۔وہ تو پھر کہیں گے کہ یہ جادو ہے جس طرح فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا۔

گمراہ عیسائیوں پر رد

وَ جِئۡتُكُمۡ بِاٰيَةٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ---

یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہتے ہیں، کہ آپ کے رب کی طرف سے یہ معجزات لایا ہوں میں نہ خدا ہوں اور نہ خدا کا بیٹا ہوں۔یہ ان عیسائیوں پر رد ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یا تو خدا مانتے ہیں یا خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود کہتے ہیں کہ اللہ تعالی میرا رب بھی ہے اور تیرا رب بھی ہے۔اس کی عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے اور اسی کو توحید کہا جاتا ہے۔اور یہی توحید کا راستہ جنت کا راستہ ہے۔صراط مستقیم سے مراد توحید کا راستہ ہے۔

حواریین کون تھے؟۔

فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِيۡسٰى مِنۡهُمُ الۡكُفۡرَ قَالَ مَنۡ اَنۡصَارِىۡۤ اِلَى اللّٰهِ---

جب عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو یہ دعوت دی جس کا ذکر اوپر آیا۔اور انہوں نے دعوت قبول کرنے سے انکار کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تکلیف پہنچانے کے درپے ہوئے تو اتفاقاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نوجوانوں کا ایک گروپ اور ٹولہ ملا جن کو انہوں نے دعوت دی اور ساتھ یہ کہا کہ اس کام میں میرا مددگار کون ہوگا؟تو ان نوجوانوں نے کہا کہ جن کو قرآن نے حواریین کہا ہے کہ ہم اللہ کے دین کے مدد کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔اور اس پر تو گواہ رہو۔[19]

---

[19]۔ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے التفسیر منیر میں اس قول کو یوں نقل کیا ہے"لما شعر عيسى من قومه بني إسرائيل بالتصميم على الكفر ، والاستمرار على الضلال ، وتحقق من ذلك ، أراد التعرف صراحة عن المؤمنين بدعوته ، فقال : من يتبعني إلى الله ، ومن ينصرني ملتجئاً إلى الله ؟ والظاهر أنه يريد من أنصاري في الدعوة إلى الله ، كما كان النبي الله يقول في مواسم الحج قبل أنيهاجر : « من رجل يؤويني حتى أبلغ كلام ربي ، فإن قريشاً قد منعوني أن أبلغ كلام ربي ؟ ، فوجد الأنصار، فأووه ونصروه وهاجر إليهم ، فواسوه ومنعوه من الأعداء.وهكذا عيسى انتدب طائفة من بني إسرائيل لنصرته،فآمنوا به وآزروهونصروه، كما جاء في آية أخرى كما قال عيسى ابن مريم للحواريين : من أنصاري إلى الله ؟ قال الحواريون أي الأنصار: نحن أنصار دين الله وجنوده المخلصون المؤيدون دعوتك ، أمنا بوجود الله وبوحدانيته إيماناً صادقاً ، واشهد بأنا مسلمون ، أي خاضعون متقادون الأوامره ، وجوهر الإسلام متفق عليه بين كل الأديان .ثم تضرعوا إلى الله قائلين : ربنا أمنا وصدقنا بما أنزلت في كتابك واتبعنا الرسول عيسى ابنمريم، فاكتبنا مع الشاهدين الذين يشهدون لأنبيائكبالصدق . وذكر الاتباع في قولهم دليل على صحة الإيمان ، لأن الإيمان يقتضي العمل"(ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی ،التفسیر المنیر فی العقیدۃ،والشریعۃ والمنہج، بذیل سورۃ آلعمران 3 آیت 53)"جب عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے کفر اور گمراہی پر قائم رہنا محسوس کیا تو انہوں نے علی الاعلان مومنین کو دعوت دینا شروع کیا، کہنے لگا کہ کون ہے جو اللہ کے لیے میری تعبداری کرے،اور کون اللہ کے لئے میری مدد کرے گا اور ظاہر اس سے ان کا مراد یہی تھا کہ دعوت الی

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-1 (January-March 2025)

ISSN: (2311-6552)

Published:
March 19, 2025

"حوار" حَوَر سے ماخوذ ہے جس کا معنی لغت میں سفیدی کی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کو ان کے اخلاص اور صفائی قلب کی وجہ سے یا ان کے سفید پوشاک کی وجہ سے حواری کہا گیا ہے۔ عربی لغت میں دھوبی جو کپڑے دھوتا ہے ان کو بھی حواری کہا جاتا ہے۔اور ایک معنی مخلصین کا بھی ہے۔ یعنی یہ بہت مخلص ساتھی تھے۔انہوں نے اخلاص کے ساتھ ایمان لایا تھا اور اخلاص کے ساتھ مدد کرتے تھے۔اس لئے ان کو حوار یین کہتے ہیں[20]۔اب ان کا پیشہ کیا تھا۔کیا یہ دھوبی تھے؟تو اس حوالے سے قرآن خاموش ہے اور اس آیت کے ساتھ یہ بحث غیر متعلق ہے۔

یہاں **"نحن انصار لله"** اصل میں **"نحن انصار لنبی الله"** ہے۔اور بعض کہتے ہیں کہ **" نحن انصار دین الله [21]"** لیکن پہلا معنی زیادہ مناسب اس لئے ہے کہ مدد کا مطالبہ نبی نے کیا تھا۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نبی کے ساتھ مدد کو اللہ کے ساتھ مدد کیوں کہا گیا۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ نبی جو کچھ کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور مرضی سے کرتا ہے۔تو گویا نبی کی مدد اللہ تعالیٰ کے ساتھ مدد ہے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ کسی کے ساتھ تبلیغ دین اور غلبہ دین میں مدد کرتا ہے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مدد کرتا ہے۔

وَ اشۡهَدۡ بِاَنَّا مُسۡلِمُوۡنَ۔۔۔

اللہ میرا ساتھی کون ہے۔جیسا کہ نبی علیہ السلام حج کے موسموں میں ھجرت سے پہلے کہتے کہ کوئی ہے جو مجھے جگہ دے تا کہ میں اللہ کے کلام کو پہنچادو،کیوں کہ قریش نے مجھے اس سے منع کیا ہے۔تو ان کو انصار مل گئے،انہوں نے ان کو جگہ دی اور ان کی طرف ھجرت کی اور انہوں نے ان کو دشمن سے بچایا۔اس طرح عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کا گروہ مل گیا جنہوں نے ان پر ایمان لایا،ان کی مدد کی،جس کی طرف قرآن مجید میں اشارہ کیا گیا ہے "كما قال عيسى ابن مريم للحواريين من أنصاري إلى الله؟(سورۃ الصف 61 آیت 14)تو اس کے جواب میں حواریین نے کہا کہ ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں اور ان کی تائید کرنے والے مخلص لشکر ہے۔ہم اللہ تعالیٰ کی وجود اور توحید پر ایمان رکھتے ہیں اور اپ گواہ رہے کہ ہم مسلمان ہیں۔یعنی خشوع کرنے والے اور احکام دین کے تابعداری کرنے والے ہیں۔اور اسلام کی حقیقت تمام ادیان میں مسلم ہے۔اور پھر اللہ سے تضرع کرنے لگے کہ اے ہمارے رب تم نے جو کچھ نازل کیا ہے ہم نے اس کی تصدیق کی ہے اور نے رسول عیسیٰ ابن مریم کی تابعداری کی لہٰذا ہمیں ان شہداء میں سے بنا جو انبیاء کی تصدیق کرتے ہیں،ان کی میں اتباع کا ذکر صحت ایمان پر دلالت کرتا ہے کیوں کہ عمل کا تقاضا کرتا ہے"۔

[20]۔تفسر قرطبؒی نے حواریین کی وجہ تسمیہ کے بارے اختلاف یوں ذکر کیا ہے۔"واختلف في تسميتهم بذلك ؛ فقال ابن عباس : ستموا بذلك لبياض ثيابهم ، وكانوا صيادين . ابن أبي نجيح وابن أرطاة : كانوا قصارين فسموا بذلك لتبييضهم الثياب"(امام قرطبیؒ،الجامع لاحکام القرآن،بذیل سورۃ ال عمران 3 آیت 52)"ان کی وجہ تسمیہ اختلاف کیا گیا ہے ابن عباس کہتے ہیں کہ ان کا یہ نام ان کے کپڑوں کی سفیدی کی وجہ سے رکھا گیا تھا۔اور ابن ابی نجیح اور ابن ارطاۃ کہتے ہیں کہ وہ اصل میں شکاری تھے۔اور وہ رنگ ساز تھے انہوں نے اپنے کپڑوں کو رنگ کیے تھے"

[21]۔ان اقوال کو تفسیر منیر نے یوں نقل فرمایا ہے۔" نحن انصار لله " قال الحواريون نحن انصار لنبی الله،ونحن انصار دين الله وجنوده المخلصون المؤيدون دعوتک "(ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی،التفسیر المنیر فی العقیدۃ،والشریعۃ والمنہج، بذیل سورۃ آل عمران 3 آیت 53)؛تفسیر المراغی لاحمد مصطفیٰ مراغی، بذیل سورۃ آل عمران 3 آیت 53"۔یعنی حواریوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے نبی اور اللہ کے دین کے حواری اور مددگار ہیں اور ان کی مخلص لشکر اور ان کی تائید کرنے والے ہیں۔"

ISSN: (2311-6552)
Published:
March 19, 2025

یہاں سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ تمام انبیاء کرام کا دین اسلام تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کا دین بھی اسلام تھا اور موسیٰ علیہ السلام کا دین بھی اسلام تھا اور محمد ﷺ کا دین بھی اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا دین بس یہی اسلام ہے۔[22]

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَ اتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ ---

معلوم ہوا کہ کتاب کے ساتھ اگر معلم نہ ہوں تو ایمان کا فائدہ نہیں ہے۔ اس لئے کتاب کے ساتھ رسول کا ذکر کیا۔ کہ ہم رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں توحید کی گواہی دینے والوں میں شامل کریں۔

وَ مَكَرُوْا وَ مَكَرَ اللّٰهُ---

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب عوام تک دعوت پہنچائی تو جن لوگوں نے ایمان نہیں لایا انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف سازشیں اور مکر شروع کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے خلاف مکر کیا۔ اب یہاں ان کے مکر سے کیا مراد ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کے مکر سے کیا مراد ہے؟ تو ان کا مکر تو یہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا جائے۔ کیونکہ یہ ہمارے دین کے خلاف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی تدبیر کا مطلب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچانا تھا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی تدبیر کامیاب ہوئی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان سے بچا کر آسمان پر لے گیا۔

یہاں پر ایک سوال یہ بھی آتا ہے کہ اردو میں مکر، دھوکہ اور فریب کو کہا جاتا ہے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ کو دھوکہ اور فریب کی نسبت درست ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور عربی میں مکر کا معنی دھوکہ اور فریب نہیں ہے، بلکہ مکر کا معنی تدبیر ہے اور تدبیر نیک کام کے لئے کرنا جائز اور حرام کام کے لئے کرنا گناہ اور عیب ہے۔ لہٰذا اس معنی میں مکر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا بالکل جائز ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے تدبیر کیا عیسیٰ علیہ السلام کو ظلم سے بچانے کے لئے اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کے لئے تدبیر کیا تھا۔ جو کہ ناکام ہوا۔

اب یہاں انہوں نے کیسے تدبیر کیا تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ اور چونکہ یہود کے اندر شرکیات، بدعات اور رسومات تھے اور عیسیٰ علیہ السلام توحید بیان کرتے تھے، ایک تو یہ بات ان کے برداشت سے باہر تھی۔ اور دوسری وجہ ان کی تدبیر کی یہ تھی، کہ

---

[22]۔اس قول کو امام ابن جریر طبری نے یوں نقل فرمایا ہے ۔ "قال أبو جعفر : وهذا خبر من الله عز وجل أن الإسلام دينه الذي ابتعث به عيسى والأنبياء قبله، لاالنصرانية ولا اليهودية، وتبرئة من الله لعيسى ممن انتحل النصرانية ودان بها، كما برأ إبراهيم من سائر الأديان غير الإسلام. وذلك احتجاج من الله تعالى ذكره لنبيه ﷺ على وفد نجران"" (محمد ابن جریر الطبری، الجامع البیان عن تاویل آی القرآن، بذیل سورۃ ال عمران 3 آیت 52) "یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر ہے کہ اسلام وہ دین ہے جس پر اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا تھا اور ان سے پہلے انبیاء کو مبعوث کیا تھا۔ وہ دین نہ نصرانیت تھا، اور نہ یہودیت، اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی براءت کا اعلان کیا جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو اسلام کے علاوہ تمام ادیان سے بری کیا تھا۔ اور یہی وفد نجران کے خلاف اللہ کی طرف سے دلیل تھی"۔

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-1 (January-March 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
March 19, 2025

انہوں نے تورات میں تحریف کیا تھااور اپنے من پسند احکام اس میں شامل کئے تھے۔ حضرت عیسی علیہ السلام ان تحریفات کو بیان کرتے اور ان کی نشاندہی کرتے تھے۔ کیونکہ وہ تو اللہ کے نبی تھے اور نبی کا کام یہی تھا، تو یہ بات ظاہر ہونے پر یہود کی بے ایمانی سامنے آتی۔ اس لئے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف مکر اور تدبیر کیا۔ لیکن روایات میں آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام وجیہہ تھے۔ جب وہ یہودی علماء کے ساتھ بحث کرتے تو ظاہر ہے وہ ناکام ہو جاتے تو عوام ان علماء سے کہتے کہ تم تو ان کا سامنا بھی نہیں کر سکتے، کیونکہ وہ تو اللہ کے نبی تھے۔ اس لئے انہوں نے سازش کی کہ ان کو قتل کر کے راستہ صاف کیا جائے۔ اس کے لئے انہوں نے بہت زیادہ سازشیں کیے۔ ان سازشوں میں سے ایک سازش یہ انہوں نے کیا کہ اس زمانے میں شام اور فلسطین میں رومی بادشاہ کی حکومت تھی۔ اور یہاں یونانیوں کی حکومت بھی رہی ہے۔ رومی بادشاہ نے اس صوبہ میں اپنا گورنر مقرر کیا تھا۔ یہ یہود علماء ایک وفد کی شکل میں اس گورنر کے پاس گئے اور ان کو کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام تمہاری حکومت کی مخالف ہے اور تمہارے لئے ان سے خطرہ ہے۔ اور تمہارا حکم بھی نہیں مانتا۔ اور دوسرا یہ کہا کہ آپ نے ہمارے ساتھ معاہدہ کیا تھا کہ مذہبی معاملات میں یہود کے علماء جو فیصلہ کریں حکومت کی ذمہ داری ہوگی کہ اس فیصلے کو رومی حکومت نافذ کریں گے۔ جس کے بدلے میں یہود نے ان کی حکومت تسلیم کی تھی۔ لہٰذا ہمارے مذہب کے علماء نے فیصلہ کیا ہے کہ عیسیٰ مرتد ہو گئے ہیں اور ارتداد کی سزا قتل ہے لہٰذا آپ ان کو قتل کر دیں۔

اس حکمران کا اس علاقے کے لئے ماتحت نگران چونکہ نسبتاً اچھا آدمی تھا۔ اگرچہ کافر وہ بھی تھا لیکن اچھا تھا۔ اس نے کہا کہ یہ عیسیٰ تو مجھے اچھا آدمی لگتا ہے البتہ ایک دوسرا آدمی تھا جو کہ ظالم تھا اور بہت بڑا ڈاکو تھا۔ اس کے بارے میں اس حکمران نے کہا کہ اگر آپ کہتے ہیں تو اس ڈاکو کو قتل کر دوں گا۔ تو یہود کے علماء نے کہا کہ اس کے ساتھ ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہمارے علماء نے فیصلہ کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام مرتد ہے۔ لہٰذا اس کو پھانسی دو۔ اس نے بہت کوشش کی لیکن عوام کے دباؤ میں آکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کے لئے لوگوں کو بھیجا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک گھر میں اپنے حواریین کے ساتھ موجود تھے۔ اس دوران اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر تشریف لے گئے۔ دوسرا ایک شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہم شکل کر دیا۔ انہوں نے اس شخص کو پکڑ کر لے گئے۔ اور ان کو پھانسی دی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اُٹھایا۔

اس طرح مولانا عبدالماجد دریابادی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر، تفسیر ماجدی میں ایک دوسری وجہ بھی ذکر کی ہے۔ جس کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہم شکل شخص کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اور وہ یہ ہے کہ اس زمانے میں یہ قانون تھا کہ جو بندہ پھانسی کا مستحق ٹھہرے گا وہ پھانسی کی لکڑی مجرم خود

اپنے کندوں پر اُٹھا کر لئے جائے گا جس کو وہاں نصب کر کے اس کو اسی لکڑی کے ساتھ لٹکا کر پھانسی دیا جاتا تھا۔ چونکہ بہت زیادہ رش تھا اور یہود علماء جلدی مچا رہے تھے کہ ان کو جلدی پھانسی دے دیں۔ اور جو لکڑی پھانسی کے لئے تھی وہ بھاری تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو اٹھا کر نہیں لے جا سکتے تھے۔ اس لئے ایک دوسرے شخص نے لکڑی اٹھا کر اس جگہ پہنچا دی، جب وہ وہاں پہنچا تو رش کی وجہ سے لوگوں نے یہ سمجھا کہ جس نے لکڑی اٹھائی ہے یہی عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ اس لئے ان کو پکڑ کر پھانسی پر لٹکایا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس ہجوم سے اٹھایا۔ ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کیا گیا تھا۔[23]

اسی توجیہہ کے لئے عبدالماجد دریابادی نے تاریخ سے دلائل پیش کئے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اس طرح ہوا ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس گھر سے اللہ تعالیٰ نے اٹھایا ہو۔ دونوں صورتوں میں پھانسی دوسری شخص کو دی گئی ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان کی طرف اُٹھائے گئے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوا ہے اور نہ سولی پر چڑایا ہے، بلکہ اسمان پر اُٹھایا گیا ہے، اور زندہ ہے۔

---

[23] ۔ ''اس عبارت کو تفسیر ماجدی میں یوں نقل کیا گیا ہے، کہ جس مقام پر عدالت تھی سرکاری سولی گھر اس مقام سے فاصلے پر تھا، اور سولی یا صلیب کی شکل انگریزی چھاپہ کے بڑے حرف (ٹی)T کے مشابہہ یا ریلوے سگنل سے ملتی جلتی تھی، وہ سولی گھر میں پوری گھڑی ہوئی نہیں ہوتی تھی، صرف اس کا سیدھا ستون زمین میں گھڑا ہوا رہتا تھا، باقی جو لکڑی اس اوپر آڑی آڑی پڑتی تھی، اس کے لیے قاعدہ یہ تھا کہ وہ مجرم کو عدالت سے اپنے اوپر لاد کر سولی گھر تک لانے پڑتی تھی۔ حکم جب سنایا گیا تو جمعے کا دن تھا۔ اور دن آخر ہو رہا تھا اور یہود کو جلدی تھی کہ ہر طرح سے فراغت پا کر شاموں شام گھر واپس آجائیں۔ جمعہ کے شام ہی سے ان کا یوم سبت شروع ہو جاتا تھا، اور سبت کے حدود کے اندر مجرم کو سزا دہی وغیرہ بھی ممنوع تھی۔ اور پھر یہود کی تہوار عید فسخ بھی شروع ہو رہی تھی۔ عرض یہود کو اس کی بہت ہی عجلت تھی کہ کسی نہ کسی طرح یہ مجرم جلد سے جلد سولی پا کر شام سے قبل ہی دفن ہو جائے۔ لاغر اور ناتواں مجرم (یعنی حضرت مسیح علیہ السلام) کے لیے ممکن نہ تھا کہ اتنی وزنی لکڑی لاد کر اتنا فاصلہ یہود کے خاطر خواہ تیزی سے طے کر سکیں۔ خصوصاً جب یہودی بچے اور شریر قسم کے یہود خود ہی قدم قدم پر انہیں چھیڑتے جاتے، اور ان کا راستہ کھوٹا کرتے جاتے۔ اب اس سارے صورتحال کو اس تفصیل کے ساتھ پیش نظر رکھ کر فرمائیں کہ رومی سپاہی، جو مجرم، بلکہ مجرموں کو (اپ کے ساتھ دو مجرم اور بھی تھے) حراست میں لیے ہوئے تھے۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ رعایہ میں سے نہیں، بلکہ حاکم قوم کے افراد تھے ایسے موقع پر کیا کرتے ؟۔۔ خود تو اپنے اوپر سولی والی لکڑی کا بوجھ لینے سے رہے۔ انہوں نے وہی کیا۔ جو ان کی جگہ پر کوئی بھی ان جیسا انسان کرتا۔ انہوں نے مجمعہ ہی سے کسی بد تمیز یہودی کو پکڑا اور صلیب کی لکڑی اسی پر لاد دی !۔۔ انگریز گارڈ ایسے موقع پر، یعنی کسی ہندوستانی مجرم کو حراست میں لیے جاتا ہوتا تو کیا کرتا؟ یہی کرتا کہ بھیڑ میں کسی ہندوستانی ہی کو پکڑ لیتا اور اس پر لاد دیتا۔ یہ محض قیاس اور قرینہ نہیں، انجیلوں میں اس کی تصریح موجود ہے۔ "انہیں شمعون نام ایک کرینی ادمی ملا۔ اسے بیگار پکڑا کہ اس کی صلیب اٹھائے" (مرقس 15: 21) "اور جب اس کو لیے جاتے تھے، تو ان کو شمعون نام ایک کرینی کو جو دیہات سے اتا تھا، پکڑ کر صلیب اس پر رکھ دی کہ یسوع کے پیچھے پیچھے چلے" (لوقا 26:23) جب یہ مجمعہ (جو یقیناً کوئی منظم مجمعہ نہیں تھا، بلکہ عوام کی ایک بھیڑ تھا) اس افراتفری کے ساتھ ایک دوسرے کو ریلتا پیلتا، مجرم سے چھیڑ چھاڑ کرتا ہوا اس سے تمسخر کرتا ہوا سولی گھر کے پھاٹک پر پہنچا، تو رومی پولیس گارڈ جو ساتھ تھا، اب اس کی ڈیوتی ختم ہو گئی۔ اب یہاں سے جیل کے سنتریوں کا عمل دخل شروع ہوا۔ وہ کیا جانے کہ یسوع ناصری کس کا نام ہے۔ وہ اپنے حسب دستور مجرم اسی کو سمجھے جس کے اوپر صلیب تھا۔ ایک مرتبہ پھر اس حقیقت کو مستحضر کر لیجئے کہ جیل کے رومی سپاہیوں کے لئے سب یہودی اجنبی ہی تھے اور اس لیے باہمد گر ہم شکل اور یکساں۔ انہیں ایک یہودی (یسوع ناصری) اور دوسرے یہودی (شمعون کرینی) کے درمیان اشتباہ نہایت آسان تھا۔ انہیں دونوں کے درمیاں کوئی نمایاں فرق ہی نظر نہیں آسکتا تھا۔ شمعوں نے یقیناً واویلا مچایا ہو گا، لیکن ادھر مجمع کا شور اور ہنگاما اور ادھر جیل کے سپاہیوں کا یہودی زبان سے ناواقفیت، اور پھر سولی پر لٹکا دینے کی جلدی، اسی افراتفری کے عالم میں اسی شمعون کو پکڑ کر سولی پر چھڑھا دیا گیا۔ اور وہ چیختا چلاتا رہا۔ حضرت مسیح علیہ السلام قدرۃً اس ہڑبونگ میں دشمنوں کے ہاتھ سے رہا ہو گئے، اور دشمن دھوکے میں پڑے ہوئے ٹامک ٹوئے مارتے رہ گئے" (عبدالماجد دریابادی، مولانا (1977ء)، تفسیر القرآن تفسیر ماجدی، اردو بازار لاہور، پاک کمپنی، بذیل سورۃ النساء 4، آیت 157)

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-1 (January-March 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
March 19, 2025

سورۃ آل عمران آیات 55تا70

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَيَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَمَّا الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۫ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶ اَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا
شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۫ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَ الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾
اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ
مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ
نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ۫ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ
الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ
بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۳٪﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ
شَيْئًا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ يٰۤاَهْلَ
الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ مَاۤ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَ الْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾ هٰۤاَنْتُمْ
هٰۤؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ
﴿۶۶﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾ اِنَّ اَوْلَى
النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَ هٰذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ
الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَ مَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ
اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَ تَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ
﴿۷۱٪﴾ ''اس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تجھ کو لے لوں گا ،اور تجھے اپنی طرف اُٹھالوں گا، اور تجھے ان منکریں سے پاک کرونگا۔ اور جو لوگ تیرے تابع ہیں ان کو کفار پر قیامت تک غالب کردوں گا۔ پھر میری طرف اپ سب کی واپسی ہوگی۔ سو میں تمہارے درمیان ان امور میں جن میں تم باہم اختلاف کرتے تھے فیصلہ کروں گا۔ پس جو لوگ کافر ہوئے ان کو دنیا وآخرت میں سخت عذاب دوں گا۔ اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔اور جنہوں نے ایمان لایا اور نیک عمل کئے پس ان کو ان کا حق پورا دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔اور ہم تم کو دلائل اور حکمت امیزمضامین پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں۔بے شک عیسیٰ کی شان عجیبہ اللہ تعالیٰ کی نزدیک آدم کی شان عجیبہ کی طرح ہے۔ ان کو مٹی سے پیدا کیا پھر ان کو حکم دیا کہ ہوجا تو وہ ہوگیا۔حق وہ ہے جو تیرے رب بیان کریں ۔پس تو شک کرنے والوں میں سے نہ بنو۔پھر جوکوئی تجھ سے اس قصہ میں علم آنے کے بعد جھگڑہ کریں تو ان کو کہہ دے کہ آؤ ہم بُلاتے ہیں ہمارے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور ہم خود اور تم ،پھر ہم سب دعا کریں اور لعنت کریں ان لوگوں پر جو اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔بے شک یہی ہے بیاں سچا ۔اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ،اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔پھر اگر انہوں نے اعراض کیا تو اللہ تعالیٰ فساد کرنے والوں کو جانتا ہے۔آپ فرمادیجئے کہ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹہرائے۔ اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب نہ بنائے۔ پھر اگر وہ نہ مانے تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں۔اے اہل کتاب کیوں جھگڑتے ہو ابراہیم کے بارے میں (کہ وہ یہودیت پر تھے یا نصرانیت پر) تورات اور انجیل تو ان کے بعد اُترے ہیں۔ کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔ہاں تم ایسے لوگ ہو کہ ایسی بات میں حجت کرچکے ہو جس سے تم کچھ خبر تھی ۔ سو ایسی بات میں کیوں جھگڑتے ہوں جس سے تم کو اصلاً کوئی خبر نہیں۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ابراہیم علیہ السلام نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی بلکہ وہ تو یکسو اور طریق

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-1 (January-March 2025)

ISSN: (2311-6552)

Published:
March 19, 2025

مستقیم والے تھے۔ اور مشرکین میں سے نہ تھے۔ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ لوگوں میں زیادہ مناسبت ان کی تھی جنھوں نے ان کی اتباع کی تھی ۔اور یہ نبی اور جو ان پر ایمان لائے ہیں ۔اور اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا حامی ہے۔اہل کتاب میں کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ تم کو کسی طرح گمراہ کریں حالانکہ یہ لوگ اپنے آپ کو گمراہ کرتے ہیں لیکن سمجھتے نہیں ہیں۔ اےاہل کتاب اللہ کے کلام سے انکار کیوں کرتے ہو حالانکہ تم اقرار کرتے ہو۔اے اہل کتاب کیوں حق اور سچ کو باطل اور جھوٹ کے ساتھ ملاتے ہو اور جان بوجھ کر حق کو چُھپاتے ہو"۔

وَ مُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ---

اس کے دو معنی کئے گئے ہیں۔ پہلا معنیٰ یہ کہ میں تمہیں ان ظالموں سے بچاتا ہوں اور نجات دیتا ہو، تاکہ آپ کو قتل نہ کریں۔ یہ تفسیر اکثر مفسرین نے کیا ہے۔[24] لیکن بعض نے یہ معنی بھی کیا ہے۔ کہ میں تمہاری صفائی کرنے والا ہوں ان الزامات سے جو ان لوگوں نے آپ پر لگائے تھے۔[25] اب صفائی کس نے کی ہے؟ تو یہ صفائی اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذریعہ کی، جس نے پوری دنیا کو بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جادو گر نہیں تھے بلکہ اللہ کے نبی تھے۔ یہ دونوں معنی ٹھیک ہیں۔ لیکن میرے خیال میں دوسرا معنی زیادہ بہتر ہے۔

وَ جَاعِلُ الَّذِيۡنَ اتَّبَعُوۡکَ فَوۡقَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا---

یہاں متبعین سے مراد یا تو حوار یین عیسیٰ علیہ السلام ہیں یا عام مسلمان مراد ہیں۔ یعنی جو لوگ آپ سے محبت کرتے ہیں۔ خواہ یہ محبت صحیح طریقے سے ہو جیسا مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محبت رکھتے ہیں۔ خواہ غلط طریقے سے ہو جیسا کہ عیسائی ان سے محبت کرتے ہیں لیکن ان کا طریقہ غلط ہے۔ کیونکہ انہوں نے محبت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدائی کے مرتبے تک پہنچایا۔ یہاں کفار سے مراد یہود ہیں، کیونکہ یہود ان کے دشمن تھے، اور ان کو جادو گر کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوا جس پر تاریخ گواہ ہے کہ یہودیوں کو ہمیشہ ذلت کا سامنا رہا یا دوسروں کے سہارے پر جیتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ آج کل عیسائیوں کے بل بوتے پر فلسطین پر قابض ہیں۔

---

[24] -یہ تفسیر، تفسیر مراعی نے یوں نقل کیا ہے "ای ومنجوک مما کانوا یریدونه بک من الشر ، او مما کانوا یرمونه به من القبائح ونسبة السوء الیه" احمد مصطفیٰ المراعی ، تفسیر المراعی، بذیل سورۃ آلعمران 3 آیت 55""اور تفسیر ابن کثیر کہتے ہیں،وَ مُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ، ای برفعی ایاک الی السماء"(حافظ عماد الدین ابن کثیر ، تفسیر القرآن العظیم ،بذیل سورۃ آل عمران 3 آیت 55)" میں تمہیں بچاتا ہوں ان ظالموں سے اور نجات دیتا ہو ،یعنی تم کو اسمان پر اٹھانے کے ذریعے بچاتا ہوں"۔"یہی معنیٰ تفسیر جلالین نے بھی کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ " وَ مُطهرُکَ ای مبعدک "(جلال الدین سیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر 1505ء، جلالین، زمزم پبلیشرز کراچی، بذیل سورۃ آل عمران 3 آیت 55)"مطہر کا معنیٰ ہے دور کرتا ہوں"۔

[25] - "ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی نے تفسیر المنیر فی العقیدۃ، والشریعۃ والمنہج میں "وَ مُطهركَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا "کا معنی" مبعدک ، و تطهرك من الذين كفروا ؛ براته مما كانوا يرمونه به بتهمة امه بالزنا"کیا ہے۔ "(ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی، التفسیر المنیر فی العقیدۃ، والشریعۃ والمنہج ،بذیل سورۃ آل عمران 3 آیت 55)" میں تمہاری صفائی کرنے والا ہوں ان الزامات سے جو ان لوگوں نے آپ پر لگائے تھے۔اور اس کے ماں پر زنا کے تہمت کے الزام سے بری کرتا ہوں"۔

Research Journal MA'ARIF-E AULIYA

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-1 (January-March 2025)

ISSN: (2311-6552)

Published:
March 19, 2025

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ---

یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حق بات وہ ہے جو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔اس کے علاوہ باقی منگھڑت واقعات ہیں۔لہٰذا آپ شک میں نہ پڑو۔

مرزا غلام احمد قادیانی[26] جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، یہ بڑا دجال تھا اور جو بھی محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ دجال ہو گا۔ دجال کا معنی ہے دھوکہ باز تو مرزا قادیانی بڑا فریبی تھا۔ انگریزوں کے دور حکومت میں حکومت کو اپنے حق میں استعمال کرتا تھا۔ انگریزوں کے پاس نوکر تھا۔ اور اس نے انگریز حکومت کو اپنے لئے رحمت کہا تھا۔ اس سے بڑا دَجل اور کیا ہو سکتا ہے۔ پھر انہوں نے نوکری چھوڑ دی۔ اور ہندوں اور آریاؤں کے ساتھ مناظرے کرتا تھا۔ چونکہ انہوں نے اسلامی تعلیمات سیکھ لئے تھے۔ اس وقت یہ اچھی اچھی باتیں بھی کرتا تھا۔ اس لئے علماء کرام نے ان کی تحسین بھی کی تھی۔ جس کو اب قادیانی دلیل میں پیش کرتے ہیں۔ ظاہر ہے اس وقت اچھا کام کرتا تھا اس لئے اچھے کام کو تو بُرا نہیں کہہ سکتے۔ اس لئے علماء نے ان کی تحسین کی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ میں مجدد ہوں تو پھر بھی کسی نے کوئی فتویٰ نہیں لگایا۔ کیونکہ شرعی لحاظ سے یہ کوئی گناہ کی بات نہیں تھی۔ پھر کچھ عرصہ بعد کہا کہ میں مسیح موعود ہو جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔ کہ آخری زمانے میں آئے گا۔ تو وہی مسیح میں ہوں اور کہتا تھا کہ محمد ﷺ کی شریعت کا پابند ہوں اور مسلمان ہو۔ تو کسی نے ان سے پوچھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو مریم علیہا السلام کا بیٹا تھا اور آپ تو مریم کے بیٹے نہیں ہے۔ تو کہا کہ میری ماں میں بھی مریم علیہا السلام کی طرح اچھے صفات موجود ہیں۔ لہٰذا میں عیسیٰ علیہ السلام ہوں۔ اس پر علماء کرام نے اختلاف کیا۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کا تو نزول ہو گا اور وہ دمشق کے جامع مسجد میں اترے گا۔ آپ کا تو نزول نہیں ہوا بلکہ آپ تو یہاں پیدا ہوئے ہیں۔ اور دوسری بات یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے پہلے دجال آئے گا۔ تو کہنے لگا کہ دجال سے مراد کوئی خاص شخص نہیں ہے۔ بلکہ یہاں تو ہزاروں دجال موجود ہیں جن کے مقابلے کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ جھوٹ تھا۔ کیونکہ دجال تو ایک خاص شخص ہے جو یہود میں سے ہو گا اور اس کے مقابلے کے لئے مہدی آئے گا۔

خلاصہ:

---

[26]۔ مرزا غلام احمد ہندوستان کے مذہبی رہنما اور احمدیہ جماعت کے بانی تھے۔1888ء میں انھوں نے دعویٰ کیا کہ وہ مسیح موعود اور مہدی آخر الزمان ہیں۔23 مارچ 1889ء کو انھوں نے پہلی بیعت لے کر جماعت احمدیہ (قادیانیت) کی بنیاد رکھی۔مرزا غلام احمد کا تعلق مغل برلاس قبیلے سے تھا، اور ان کے دادا مرزا ہادی بیگ 1530ء میں سمرقند سے ہجرت کر کے پنجاب کے علاقے قادیان میں آباد ہوئے۔مرزا غلام احمد 26 مئی 1908ء کو لاہور میں وفات پا گئے اور قادیان کے بہشتی مقبرہ میں دفن ہوئے۔

Maarif-e Auliya
Research Journal
Vol-3 Issue-1 (January-March 2025)
ISSN: (2311-6552)
Published:
March 19, 2025

اس تحقیق میں سورۃ آل عمران کی آیات 31 تا 91 کا تجزیہ شیخ گوہر الرحمن ؒ کی تفسیر کے تناظر میں کیا گیا ہے۔ ان آیات میں محبتِ الٰہی، اتباعِ رسول ﷺ، اور اسلامی شریعت کے اصولوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ تحقیق کا مقصد یہ ہے کہ محبتِ الٰہی کا حقیقی معیار نبی ﷺ کی پیروی ہے، اور اسلامی ریاست، معاشی نظام، اور جہاد کے اصول نبی ﷺ کے منہج کے مطابق ہونے چاہئیں۔

تحقیق میں اہلِ قلم کے تین اہم اختلافات پر روشنی ڈالی گئی ہے:

1۔ محبتِ رسول ﷺ صرف ظاہری جشنوں سے نہیں بلکہ عملی پیروی سے ثابت ہوتی ہے۔
2۔ عورت کو عبادت اور خدمتِ دین میں بلند مقام حاصل ہے۔
3۔ غیر نبی کے ہاتھوں کرامت کا ظہور، جیسا کہ حضرت مریم علیہا السلام کا رزقِ غیبی ایک مثال ہے۔

اس کے علاوہ، اخلاقی اور روحانی تربیت پر زور دیا گیا ہے، جہاں پاکیزگی، دعاؤں کی اہمیت، اور اولیاء اللہ کی کرامت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ تحقیق میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اجتماعی زندگی، روحانیت اور معاصر معاشرتی مسائل پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔